قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من اتقی الشبہات استبرا لدینہ وعرضہ متفق علیہ

الحمد للہ کہ دریں ایام رسالہ کثیر المنافعہ در مسئلہ
خواندن احتیاط الظہر روز جمعہ مشتمل بر حل شبہات
یعنی

یعنی ربیع الاول سنہ ۱۳[illegible]ھ در ماہ مولد مبارک

نور الشمعۃ فی ظہر الجمعۃ

از تالیف منیف جناب مولانا مولوی حافظ احمد علی صاحب
فاضل بٹالوی مولف نصر المقلدین عم فیضہم

باہتمام شیخ غلام رسول صاحب مالک مطبع

در مطبع اسلامیہ امرتسر حسن انطباع یافت

فہرست رسالہ نور الشمعہ فی ظہر الجمعہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسول اللہ سیدنا ومولٰینا محمد بن عبد اللہ وعلیٰ آلہ وصحبہ الذین علیہم رضوان اللہ

امابعد احقر العباد احمد علی ولاہ ربہ الولی وعفا عن ذنبہ الخفی والجلی بٹالوی اپنے پیارے بہائیوں حنفیہ سُنیہ کی خدمت میں عرض کرتا ہی کہ ہمکو آجکل پہلے اپنے اُن بہائیوں کی ساتہہ جوکہ ہمارے ساتہہ عقائد اعمال میں شریک تہے پہر سمجہہ کے پہیر میں آکر ہم سے ایسے مخالف ہوئے کہ غیریت کی نوبت آگئی۔ اتفاق کی صورت پیدا کرنی چاہئے اور وہ یوں ہی ہو سکتا ہی کہ جن مسائل میں وہ ہم سے مخالف ہوگئے ہیں انہیں نہایت تہذیب واخلاق کی ساتہہ زبان سے تحریر سے انکی تسلی کردیں اور انکو بہی لازم ہی کہ انصاف کو کام میں لاکر پہر بھی کوئی شبہ باقی رہے تو بطیب خاطر طے کرلیویں اور اگر اپنے دلائل قویہ رکہتے ہیں تو ہمکو نرمی سے سمجہائیں تاکہ اتفاق وصلاح فیما بین ہو اور پہر مخالفین اسلام کیطرف کمر ہمت باندہیں مگر یہاں یہ معاملہ ہو رہا ہی کہ ہمارے زمرہ حنفیہ پر جوکہ ہندوستان میں بکثرت ہے اور انکی کتب فقہ کا بکثرت رواج وعمل ہی کیسی کیسی ردی ہو رہی ہی انکی مسائل مشہورہ معمولہ کو خلاف قرآن وحدیث کہا جاتا ہی منجملہ انکے ایک مسئلہ کا ذکر کرتا ہوں وہ احتیاط الظہر یوم الجمعہ ہے کہ جسکے مستحسن بلکہ ضروری ہونیکے بڑے بڑے فقہا محدثین وائمہ معتبرین قائل ہیں اور بدلائل قویہ اسکی طرف مائل۔ اب آنیر کل پرسوں کے تعلیم یافتہ بلا سمجہے بوجہے طرح طرح کے طعن تشنیع کرکے مصداق پیشینگوئی مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ وہ یہ جملہ ہے ولعن آخر ھذہ الامۃ اولہا ہو رہے ہیں کوئی بدعت کہکر انکو بدعتی بنا رہا ہی کوئی معتزلہ بادشاہ کا ایجاد کہکر اور بزرگان دین وعلمائے معتبرین کو اُسکے حکم سے درج کتب کرنے پر عبد الدرہم والدینار بنا رہا ہے کوئی کچہہ کہہ رہا ہے کوئی کچہہ غرض جتنے مُنہ اُتنی باتیں اور طرفہ یہ کہ بعض علمائے زمان جو اپنے تئیں پکے حنفی قرار دیتے ہیں اور وجوب تقلید مذہب معین کے قائل وہ بہی تو اُنکے ہاں میں ہاں ملانے لگے اور اُسکے عدم جواز کا فتویٰ دینے بلکہ فقہائے حنفیہ پر بہی اعتراض جمانے لگے پہر انہیں اوہام انہیں اگر فرق رہا تو صرف

جولی دامن کا اور افسوس یہہ ہی کہ ہم بجز دعاے اصلاح بین المسلمین کچہہ نہیں کرسکتے ہاں اسقدر ہمارا فرض ہے کہ تہذیب و نرمی کے ساتہہ اُنکے اعتراضوں کے جواب باصواب دیدیں کیونکہ حدیث صحیح مسلم میں ہے عن ابی سعید الخدری عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ و ذلک اضعف الایمان کذا فی المشکوۃ چونکہ یہ مسئلہ ضروری تنقیح طلب تہا اور اُنکی تحریروں سے عوام حنفیہ کے متردد ہونیکا خیال تہا اسلیے بعض علماے حنفیہ نے اُنکے اعتراضوں کے جواب میں فتوی طبع کراے اور بعض نے رسایل بہی لکہے سو وہ بہی اگرچہ منصف مزاج کیلیے بس ہیں مگر بحکم کل جدید لذیذ شاید ناظرین کو اس تحریر میں کچہہ اور ہی لطف آئے اور جو بعض شبہ رہے ہیں وہ اس سے حل ہوں تو کیا عجب۔ بہرحال یہہ ہیچمدان اپنی تحریر کو بطور سوال و جواب و شبہات استقراءً و تتبعاً جو کچہہ منکرین کی تحریروں میں دیکہہ چکا ہے بلکہ مزید برآن جو شبہ ذہن میں گذرتا ہے ذکر کرتا ہے امید ہے کہ وہ شبہات مرتفع ہوجائینگے اور جو کوئی اور شبہ رہا ہو کسی صاحب کے دل میں گذریگا تو انشاء اللہ اُنہیں جوابات میں تامل کرنیسے حل ہوجائیگا اور نام اسکا نور الشمعہ فی ظہر الجمعہ رکہا گیا ان ارید الا الاصلاح ما استطعت و باللہ التوفیق وہو نعم الرفیق و بالاجابۃ حقیق۔

سوال (۱)

جمعہ کی فرضیت مطلقاً ہے یا مقید بالشرائط؟

جواب

جمعہ کی فرضیت مطلقاً نہیں بلکہ مقید بالشرائط ہے کہ بعض اُنمیں سے اُسکے وجوب کے لیے ہیں اور بعض اُسکے ادا کے لیے۔

سوال (۲)

بہلا یہ تو بتلاؤ کہ وہ شرائط کتنی ہیں؟

جواب

وہ شرطین عند الحنفیہ تو بارہ ہیں اور دیگر آئمہ کے نزدیک کچہہ کم زیادہ۔ شرائط حنفیہ کو بعض

ف روایت ہے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے کہ روایت کرتے ہیں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ نے فرمایا جو شخص تم میں سے دیکہے کسی بری بات کو تو اسکو چاہیے کہ بدل ڈالے اسکو ہاتہہ سے اور اگر نہ رکہے طاقت تو زبان سے اور اگر نہ رکہے طاقت اسکی تو دل سے برا جانے اور یہہ بڑا ضعیف ایمان ہے ۱۲

علماء نے عربی میں یوں نظم کیا ہے ؎ وحر صحیح بالبلوغ مذکر + مقیم و
ذو عقل لشرط وجوبھا * ومصر وسلطان ووقت وخطبۃ +
واذن کذا جمع لشرط ادائھا * اور فارسی میں بعض نے یوں کہا ہے ؎ شرط
وجوب عقل و اقامت بلوغ دان + بیعذری ست مردی و آزادی بعد زان + سلطان و وقت و
خطبہ جماعت ہم اذن و شہر + یادش پی اداکن و مگذار رائیگان * یعنی شرائط جمعہ بارہ ہیں
چھ تو اسکے وجوب کے لئے ہیں۔ اول حر ہونا شرط ہی غلام پر واجب نہیں دوم تندرست ہونا بیمار
وغیرہ معذور پر واجب نہیں سوم بالغ ہونا لڑکے پر واجب نہیں چہارم مرد ہونا عورت
پر واجب نہیں پنجم مقیم ہونا مسافر پر واجب نہیں ششم عقلمند ہونا دیوانہ پر واجب نہیں اور
انمیں سے چھ جمعہ کے اداکیلئے ہیں یعنی بغیر انکے جمعہ ادا ہی نہیں ہوتا بلکہ اسوقت ظہر ہی کا ادا کرنا چاہئے
ورنہ ظہر ذمہ سے ساقط نہوگی اور وہ شرائط ادا یہ ہیں (۱) شہر کا ہونا گاؤں میں ادا نہیں ہوتا (۲) سلطان
اسلام یا اسکے نائب کا ہونا (۳) وقت ظہر (۴) خطبہ (۵) اذن عام (۶) جماعت کہ ان شرائط
کے وجود کے بغیر ظہر کا وجوب ذمہ پر رہتا ہی ہاں شرائط وجوب جمعہ کے نہونیکی تقدیر پر اگر جمعہ ادا
کیا جاویگا تو ادا ہو جائیگا جیسا کہ کتب فقہ میں مذکور ہے کیونکہ یہ شرطیں وجوب کی بطور رخصت
ہیں جنکا یہی حکم ہے۔

سوال (۳)

یہ شرائط کسی آیت یا حدیث سے بھی ثابت ہیں یا صرف ائمہ کے اقوال ہیں؟

جواب

یہ شرائط بعض تو آیت سے اور بعض احادیث سے اور بعض اجماع سے ثابت ہیں۔ ائمہ دین نے
انہیں دلائل سے ان شرائط کا ہونا تجویز فرمایا ہے انمیں قیاس کو دخل نہیں دیا۔ سنئے پانچ شرطیں وجوب
کی یعنی حریت صحت بلوغ ذکورت اقامت تو اس حدیث میں ہیں جو مشکوۃ میں ہے عن جابر ان
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فعلیہ الجمعۃ
الا مریض او مسافر او امرءۃ او صبی او مملوک فمن استغنی بلھو او تجارۃ استغنی اللہ
عنہ واللہ غنی حمید رواہ الدارقطنی انتھے۔ اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ ان پانچوں
یعنی مریض مسافر لڑکے عورت غلام پر جمعہ فرض نہیں ہے۔ رہا عقلمند ہونا سو یہ شرط بالاجماع ثابت ہے
کیونکہ دیوانہ پر شرع کے احکام کی تکلیف نہیں ہے لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا اور سورہ جمعہ

ہیں بعد حکم سعی ذکر اللہ کیطرف کے یہ فرمان الٰہی ہے ذٰلکم خیر لکم ان کنتم تعلمون یعنی نماز جمعہ و ذکر
اللہ کیطرف تمکو جلد آنا بہتر ہے اگر سمجھو تو یعنے عقلمند ہوگے تو خود آؤگے۔ اب دیکھو کہ اسمیں علم کی قید
لگائی جسکو عقل سے تعلق ہے اور دیوانہ عقل سے عاری ہے اسلئے اس حکم سے خارج ہے پھر فرضیت خود اس سے
ساقط ہوئی۔ اب ہیں چھ شرطیں ادا کی سوائے انکے اول جو شہر کی شرط ہے وہ اس حدیث سے ثابت ہے جو کہ
سیدنا علیؓ سے مروی ہے اخبرنا معمر عن ابی اسحٰق عن الحارث عن علی رضی اللہ تعالیٰ
عنہ قال لا جمعۃ ولا تشریق الا فی مصر جامع رواہ عبد الرزاق فی مصنفہ وروی
ابن ابی شیبۃ فی مصنفہ حدثنا عباد بن العوام عن حجاج عن ابی اسحٰق عن الحارث
عن علیؓ قال لا جمعۃ ولا تشریق ولا صلٰوۃ فطر ولا اضحٰی الا فی مصر جامع او
مدینۃ عظیمۃ وروی ایضاً بسندٍ صحیح حدثنا جریر عن منصور عن طلحۃ
عن سعید بن عبیدۃ عن ابی عبد الرحمٰن انہ قال قال علیؓ لا جمعۃ ولا
تشریق الا فی مصر جامع۔ انتہی۔ یعنی جمعہ اور صلٰوۃ عیدین و تشریق سوائے بڑے شہر کے ادا
نہیں ہوتے۔ ذکر کیا اس حدیث کو محدث عینیؒ نے شرح بخاری میں اور ذکر کیا اسکو شیخ حنفیہ محدث
فقیہ ابن ہمامؒ نے فتح القدیر میں اور کہا کفی بقول علیؓ قدوۃ و اماماً یعنی حضرت علیؓ کا قول امام
پیشوائے دین ہونے کیلئے ہمکو کافی ہے۔ اور کتب اصول میں ہے کہ صحابی کا وہ قول جسمیں اجتہاد کو دخل
نہو حکماً مرفوع ہوتا ہے اور یہ حکم ایسا ہی ہے بلکہ یہ حدیث مرفوعاً بھی ثابت ہے۔ کہا علامہ عینی نے
شرح ہدایہ میں وان سلمنا انہ موقوف فہو موقوف صحیح وہو محمول علی السماع
لانہ لا یدرک بالعقل۔ انتہی۔ یعنی اگر ہم مان لیں کہ یہ حدیث موقوف ہے تو بھی یہ موقوف
صحیح ہے اور یہ سماع پر محمول ہے کیونکہ ایسا حکم عقل سے نہیں معلوم ہو سکتا اور کہا اسی علامہ نے شرح بخاری میں
علی ان ابا زید ذکر فی الاسرار عن محمد بن الحسن قال رواہ مرفوعاً معاذ و سراقۃ
بن مالک رضی اللہ عنہما۔ انتہی۔ یعنی علاوہ اسکے یہ ہے کہ بیشک ابوزید نے اسرار میں کہا ہے کہ
امام محمد بن الحسنؒ نے فرمایا ہے کہ روایت کیا اس حدیث کو مرفوعاً حضرت معاذ و سراقہ بن مالکؓ نے اور
اسی علامہ نے شرح ہدایہ میں یہ کہا ہے وقد ذکر الامام خواہر زادہ فی مبسوطہ ان ابا یوسف
ذکرہ فی الاملاء مسنداً مرفوعاً الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وابو یوسف بعلم الحدیث
حجۃ۔ انتہی۔ یعنی بیشک ذکر کیا امام خواہر زادہ نے اپنی مبسوط میں کہ بیشک امام ابو یوسفؒ نے ذکر کیا اس حدیث
کو املا میں سند کے طور اور مرفوع بطرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور ابو یوسفؒ حدیث کے امام اور حجہ

ہیں اور لو علامہ قسطلانی محدث شافعیہ نے خاص قسطلانی شرح بخاری میں اس حدیث کو روایت عبد الرزاق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف مرفوع کہا ہے اور اسپر سکوت کیا ہے چنانچہ جلد دوم کے صفحہ ۱۳۸ میں یہ عبارت موجود ہے واشترط الحنفیۃ لاقامتھا المصر او فناؤہ لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام لا جمعۃ ولا تشریق الا فی مصر جامع رواہ عبد الرزاق۔ انتہی

شبہ (۱) امام نووی نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے پھر استناد کے قابل کیونکر ہوئی۔

جواب اوروں کی بات کان لگاکر وہ سنتے ہیں۔ کھل جائے سارا حال نہیں جو ہماری بات۔ معترض صاحب نے شائد صرف امام نووی کی عبارت دیکھی ہے اگر عینی شرح بخاری کو بھی دیکھہ لیتے تو اس شبہ میں نہ پڑتے۔ لو اب بھی ہم علامہ عینی کی جواب باصواب کو بتلا دیتے ہیں اگر طالب حق ہونگے تو مان جائینگے والا ہم تو بری الذمہ ہو جائینگے۔ علامہ فرماتے ہیں قلت کانہ لم یطلع الا علی الاثر الذی فیہ الحجاج بن ارطاۃ ولم یطلع علی طریق جریر عن منصور فانہ سند صحیح ولو اطلع لم یقل بما قالہ واما قولہ متفق علی ضعفہ فزیادۃ من عندہ ولا یذکر من سلفہ فی ذلک۔ انتہی۔ یعنی میں کہتا ہوں کہ گویا نووی اس حدیث کے اسی سلسلہ سے مطلع ہوئے ہیں جسمیں حجاج بن ارطاۃ ہے اور طریق جریر عن منصور سے واقف نہیں ہوئے کیونکہ بیشک وہ سند صحیح ہے (اسکا ذکر سلسلہ حدیث میں گذرا فانظر ثمہ) اور اگر وہ اس طریق پر مطلع ہوتے تو یہ بات نہ کہتے اور انکا یہ کہنا کہ اس حدیث کے ضعف پر اتفاق ہے صرف من گھڑت بات ہے معلوم نہیں کہ انکا اس بارہ میں کون مقتدا ہے۔ انتہی ما فی العینی اور علامہ ابن حجر عسقلانی نے درایہ فی تخریج احادیث ہدایہ میں اور ابن حزم نے محلی میں اس حدیث کی تصحیح کی ہے اور سلسلہ جریر عن منصور کا جو صحیح طریق ہے اسکی صحت پر روشن دلیل ہے پھر بلا دلیل امام نووی کی تقلید کرنا کسقدر خود را فضیحت دیگراں را نصیحت ہے۔

شبہ (۲) بخاری میں ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ اول جمعہ جو کہ بعد جمعہ مسجد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑھا گیا تھا تو وہ مسجد عبد القیس میں ہوا تھا جو کہ جواثا میں ہے اور وہ بحرین کی قریوں میں سے ایک قریہ یعنے گانوں ہے جو کہ شہر کی شرط کے مخالف ہے۔ **جواب** ہم نہیں مانتے کہ جواثا گانوں تھا بلکہ وہ تو خاصہ شہر تھا کتب تواریخ ولغت سے یہی ثابت ہے یہانتک کہا گیا ہے کہ اسمیں چار ہزار آدمی سے زیادہ آباد تھے **عینی** شرح بخاری میں ہے وحکی ابن التین عن الشیخ ابی الحسن انھا مدینۃ وفی الصحاح للجوھری والبلدان للزمخشری جواثا حصن بالبحرین وقال ابو عبد البکری ھی مدینۃ بالبحرین لعبد القیس قلنا لا نسلم انھا قریۃ

بل هی مدینۃ لما حکینا عن البکری وغیرہ حتی قیل کان بیسکن فیہا فوق اربعۃ آلاف نفس والقریۃ لا تکون کذلک انتہی ملخصاً اور قریہ کا اطلاق شہر پر بھی آتا ہی اللہ تعالی فرماتا ہی وقالوا لولا نزل هذا القرآن علی رجل من القریتین عظیم ۵ اور ہر دو قریہ سی مقصود مکہ اور طائف ہی جو کہ بالاتفاق شہر ہیں پس جواثا پر قریہ کا اطلاق اسکی شہر ہونے کو مانع نہیں ہی اور اگر بالفرض جواثا کو گانوں ہی مان لیں تو یہ بات حدیث میں کہاں ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود اطلاع کی اسکو ثابت رکہا تہا فمن ادعی فعلیہ البیان ودونہ خرط القتاد اور یہ بات ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دیہات میں جمعہ نہیں پڑہتے تہی بلکہ شہر میں آکر پڑہا کرتے تہی بخاری میں ہی عن عائشۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم قالت کان الناس ینتابون الجمعۃ من منازلھم والعوالی الخ یعنے حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ لوگ (صحابہ) نوبت بہ نوبت جمعہ پڑہنے کو اپنی منزلوں اور عوالی سی آیا کرتے تہی عوالی جانب بلندی شہر کو کہتے ہیں یعنی قریب قریب شہر مدینہ سی جو صحابہ تین چار کوس پر رہتے تہی وہ مدینہ میں جمعہ پڑہنے کو آیا کرتے تہی اس سی ظاہر ہے کہ دیہات میں جمعہ نہ پڑہتے تہی اور نیز نوبت بنوبت جو آتے تہی تو اس سے معلوم ہوتا ہی کہ انپر جمعہ فرض نہیں تہا بلکہ صرف استحباباً واتباعاً وعظاً وحصول برکت جماعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی لئے آتی تہے ورنہ سب کے سب ہمیشہ آتے یا وہیں پڑہ لیا کرتی اور شراح حدیث نے بہی یہی سمجہا ہی اور جب صحابہ گہر پر رہتی ہونگے تو ضرور ہی کہ ظہر ہی پڑہتے ہونگے اور امام بخاری نے جو باب فی القری والمدن باندہا ہی تو مراد انکی قریہ سی قریہ جامعہ ہی جو کہ شہر کے حکم میں ہی کیونکہ باب من این تؤتی الجمعۃ میں لکہا ہی وقال عطاء اذا کنت فی قریۃ جامعۃ فنودی بالصلوۃ من یوم الجمعۃ فحق علیک ان تشھدھا سمعت النداء او لم تسمعہ وکان انس فی قصرہ احیاناً یجمع واحیاناً لا یجمع وهو بالزاویۃ علی فرسخین انتہی یعنی باب اس بات کا کہ جمعہ کو کہاں سے آیا جاوے اور کہا عطاء (تابعی) نے جبکہ تو قریہ جامعہ میں ہو پہر جمعہ کی نماز کی اذان ہو جاوے تو تجہہ پر لازم ہے کہ جمعہ کو حاضر ہو اذان سنی یا نہ سنی۔ اور یہ ہے حضرت انس رض کہ کبہی تو اپنے مکان میں جمعہ پڑہ لیتے تہے اور کبہی نہیں پڑہتے تہی انتہی دیکہو قریہ جامعہ کی قید عطاء تابعی نے لگائی ہی جسکو شہر کہنا چاہیے اور حضرت انس رض کا کبہی گانوں میں جمعہ نہ پڑہنا صاف بتلا رہا ہی کہ وہاں انپر جمعہ فرض نہ تہا ورنہ ترک کیا معنے اور جو پڑہتے تہی تو بطور استحباب ہی پڑہتے ہونگے ورنہ کبہی ترک کیوں

کرتے۔ **سوال** (۴) بہلا شہر کی تعریف تو بتلاؤ کہ کیا ہے۔ **جواب** اسمیں روایات مختلفہ ہیں مگر اصح وہی ہے جو ظاہر الروایۃ میں مذکور ہے کہ جسمیں والی قاضی بازار ہوں لیکن والی قاضی کی قید اتفاقی ہے کیونکہ اسوقت کوئی شہر انسے خالی نہ تہا بلکہ کوچے اور بازاروں کے ہونے اور قیام قاضی وغیرہ کی شرط سے یہ مراد ہے واللہ اعلم کہ وہ ایسی بڑی آبادی ہو کہ جہاں بلحاظ تمام حالت کے کوچے اور بازار ہوں اور قاضی وغیرہ کا قیام ہوتا ہو اگرچہ کسی خاص عارض کے سبب سے وہاں قاضی اور والی کا قیام شہروں یا کم از کم قصبات اور بڑے گانوں میں ہوتا ہے نہ دیہات میں پس اصل تعریف شہر کی وہی نکلی کہ جسکو عرف عام میں شہر کہا جاتا ہے اور فقہا کی اصطلاح کے موافق جس کو انہوں نے مدلل سمجہا ہے۔ وہ موضع بہی شہر ہو جاتا ہے جسکو امام المسلمین و بادشاہ شہر قرار دے اور وہاں قاضی اور والی کو اقامت حدود جمعہ کے لئے مقرر کردے اور منبر اور خطیب مقرر کردے حتی کہ اگر وہ پہر وہاں سے ان سب کو معزول کردے تو پہر وہی گانوں ہی رہ جائیگا جیسا کہ **عینی** شرح بخاری میں ہے وعن محمدؒ موضع مصرہ الامام فہو مصر حتی انہ لو بعث الی قریۃ نائبا لاقامۃ الحدود والقصاص یصیر مصرا فاذا عزلہ ودعاہ تلحق بالقری انتہی۔ **رد المختار** حاشیہ درمختار میں ہے وعبارۃ القہستانی وتقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرۃ التی فیہا اسواق قال ابو القسم ہذا بلا خلاف اذا اذن الوالی او القاضی ببناء المسجد الجامع واداء الجمعۃ لان ہذا مجتہد فیہ فاذا اتصل بہ الحکم صار مجمعا علیہ انتہی۔ **سوال** (۵) چہوٹے چہوٹے گانوں میں آجکل جمعہ پڑہ لیتے ہیں سو وہ ادا ہوتا ہے یا نہیں۔ **جواب**۔ جبکہ اوپر کی تحقیق سے بخوبی ثابت ہو چکا ہے کہ شہر یا بڑے قصبہ یا بڑے گانو کا ہونا یا جسکو امام شہر کے حکم میں بناوے جمعہ کے ادا کیلئے شرط ہے تو ایسے چہوٹے گانوں میں جو کہ نہ شہر ہے اور نہ حکم شہر میں جمعہ ادا نہوگا اور اگر باعث اعظم شعار اسلام کی پڑہینگے تو ادائے ظہر وہاں پر لازم ہوگی چنانچہ **رد المختار** میں یہ عبارت قہستانی کی مذکور ہے وفیما ذکرنا اشارۃ الی انہ لا تجوز فی الصغیرۃ التی لیس فیہا قاض ومنبر وخطیب کما فی المضمرات والظاہر انہ ارید بہ الکراہۃ لکراہۃ النفل بالجماعۃ الا تری ان فی الجواہر لو صلوا فی القری لزمہم اداء الظہر وہذا اذا لم یتصل بہ حکم فان فی فتاوی الدیناری اذا بنی مسجد فی الرستاق بامر الامام فہو امر بالجمعۃ اتفاقا علی ما قال السرخسی اھ فافہم والرستاق القری کما فی القاموس اھ ودہم شرط

ادا کی اسلام کے بادشاہ یا اُسکے نایب کا ہونا یا اُنکا اذن ہو اور یہ شرط بہی حدیث سے ثابت ہے
عن جابر بن عبد الله قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اعلموا ان الله
قد افترض علیکم الجمعة فی مقامی هذا فی یومی هذا فی شهری هذا فی عامی
هذا الی یوم القیامة فمن ترکها فی حیوتی او بعدی وله امام عادل او جائر استخفافا
بها او جحودا بها فلا جمع الله شمله ولا بارک له فی امره رواه ابن ماجة
یعنی حضرت جابر سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتحقیق اللہ تعالی نے تمپر
جمعہ کو فرض کیا ہے میرے اس مقام میں میرے اس دن میں میرے اس مہینہ میں میرے اس سال میں
قیامت تک پہر جو شخص کہ اسکو چہوڑ دے میری زندگی میں یا میرے بعد اُس حالت میں
کہ اُسکے لئے بادشاہ عادل ہو یا ظالم ہلکا جانکر یا انکاری ہوکر تو اللہ تعالی اُسکی پراگندگی کو
جمع نہ کرے اور نہ اُسکے کام میں برکت دے روایت کیا اسکو ابن ماجہ نے اور **عینی** شرح ہدایہ
میں لکہا ہے اخرجه البزار من وجه اخر وروی الطبرانی فی الاوسط من حدیث
ابن عمر نحوه قلت هذا الحدیث روی من طرق مختلفة فحصل له بذلك قوة
فلا تمنع من الاحتجاج به انتهی - یعنی نکالا اس حدیث کو بزار نے اور طریقہ سے اور روایت
کیا طبرانی نے اوسط میں حدیث ابن عمر سے مثل اسکے میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث مختلف طریقوں
سے روایت کیگئی ہے پہر اسکو اس وجہ سے قوت حاصل ہوگئی ہے اب اسکو دلیل لانے سے کوئی
امر مانع نہیں ہے اور سلطان کا اہل اسلام سے ہونا شرط ہے کیونکہ حدیث بالا اسکا ماخذ ہے
اور اسمیں لفظ امام موجود ہے اور امام نہیں ہوتا مگر مسلم اور نیز سلطان کا لقب عرف عام
میں سوائے مسلمان بادشاہوں کے غیر اسلامی بادشاہوں پر نہیں آیا ہے اور پہلے پہل یہ
لقب سلطان محمود کو ملا ہے جیسا کہ تواریخ سے ثابت ہے پس جہاں کتب فقہ میں سلطان کا
لفظ بجائے امام کے لکہا ہے اسکو جس نے عام مراد لیا ہے ماخذ وعرف کے خلاف کیا ہے جو قابل
اعتماد نہیں اور **بخاری** میں ہے عن ابن عمر قال سمعت رسول الله صلی الله
علیه وسلم یقول کلکم راع وزاد اللیث قال یونس کتب رزیق بن حکیم الی ابن
شهاب وانا معه یومئذ بوادی القری هل تری ان اجمع ورزیق علی ارض یعملها وفیها
جماعة من السودان وغیرهم ورزیق یومئذ علی ایلة فکتب ابن شهاب
وانا اسمع یامره ان یجمع یخبره ان سالما حدثه ان عبد الله بن عمر یقول

سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول کلکم راع وکلکم مسؤل عن
رعیتہ انتہی۔ اس حدیث میں رزیق کا جوایلہ میں تہے ابن شہاب سے جمعہ کیلئے اذن طلب کرنا مذکور
ہے۔ غرضکہ یہ شرط بہی ہندوغیرہ میں نہیں پائی جاتی اور شک قوی کیلئے کافی ہے سوم شرط
ادائے جمعہ کی ظہر کا وقت ہے قبل ظہر یا بعد اسکے جائز نہیں عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ
وسلم کان یصلی الجمعۃ حین تمیل الشمس رواہ البخاری یعنے حضرت انس سے روایت
ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کی نماز جبکہ سورج ڈہل جاتا پڑہتے تہے عن انس قال کان النبی
صلی اللہ علیہ وسلم اذا اشتد البرد بکر بالصلوۃ واذا اشتد الحر ابرد بالصلوۃ
یعنے الجمعۃ رواہ البخاری کذا فی المشکوۃ یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال
تہا کہ جب سخت جاڑے ہوتے تہے تو نماز جمعہ کے لئے جلدی کیا کرتے تہے اور جب
سخت گرمی کا موسم ہوتا تہا تو ٹہنڈے وقت میں پڑہتے تہے۔ روائت کیا اسکو بخاری
نے۔ چہارم شرط ادار جمعہ کی خطبہ ہے بدون خطبہ کے جمعہ جائز نہیں ہے اور یہ شرط بالاجماع
ثابت ہے اور حدیث سے بہی ثابت ہے۔ عن جابر بن سمرۃ قال کانت للنبی صلی اللہ
علیہ وسلم خطبتان یجلس بینہما یقرء القراٰن ویذکر الناس فکانت صلوتہ قصدا
وخطبتہ رواہ مسلم عن عمار قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول
ان طول صلوۃ الرجل وقصر خطبتہ مئنۃ من فقہہ فاطیلوا الصلوۃ واقصروا
الخطبۃ وان من البیان لسحرا رواہ مسلم کذا فی المشکوۃ یعنے حضرت جابر بن
سمرہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دو خطبہ ہوتے تہے اور ان دونوں میں
بیٹہتے تہے قرآن پڑہتے تہے اور لوگوں کو وعظ فرماتے تہے پہر آپ کی نماز مختصر ہوتی تہی
اور خطبہ بہی مختصر روایت کیا اسکو مسلم نے حضرت عمار سے روایت ہے کہ میں نے سُنا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تہے آدمی کا نماز کو لمبی پڑہنا اور خطبہ کو مختصر پڑہنا اسکی فقہ کی نشانی ہے،
سو لمبا کرو نماز کو اور مختصر کرو خطبہ کو اور بعض بیان تو جادو ہوتا ہے روایت کیا اسکو مسلم نے
اس حدیث سے ظاہر ہے کہ امام کو خطبہ مختصر پڑہنا چاہئے آجکل جو بعض امام لمبے لمبے خطبہ اور
دیر تک وعظ کرتے رہتے ہیں حدیث کے خلاف ہے پنجم شرط ادائے جمعہ کی جماعت ہے بدون جماعت
جائز نہیں اور یہ شرط بہی حدیث و اجماع سے ثابت ہے عن طارق بن شہاب قال
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الجمعۃ حق واجب علی کل مسلم فی جماعۃ الا علی

اربعة عبد مملوک او امرءة او صبی او مریض رواه ابوداود وکذا فی المشکوة اس حدیث میں جماعت کا بھی ذکر ہے **ششم** شرط ادا کی اذن عام ہے یعنے مسجد میں آنیکا سب کو اختیار ہو کسی کی تخصیص نہو ورنہ جائز نہو گا اور یہ اسلئے شرط ہے کہ قول اللہ تعالی کا اذا نودی للصلوٰة من یوم الجمعة فاسعوا الی ذکر اللہ وذروا البیع۔ اس بات کی طرف مشعر ہے کہ یہ ندا بطور اشتہار کے ہو اور جمعہ کو جمعہ اسلئے کہا جاتا ہے کہ مسجدوں کی گئی جماعتیں ایک جگہ اکٹھی ہوں تو اقتضاءً یہ بات نکل آئی کہ سب جماعتیں ماذون ہوں کیونکہ یہ حکم عام ہے۔ پھر بعض کی تخصیص عموم کی منافی ہوگی اور غرض اصلی فوت ہو جائیگی اسلئے بغیر اذن عام کے جمعہ ادا نہو گا کذا یفہم من رد المحتار **فائدہ** بعض علمائے دین نے آیت جمعہ سے ہی اکثر شرائط جمعہ کو ثابت کیا ہے لیکن احادیث کی تصریح عاملین بالحدیث کے لئے کافی ہے **سوال ۶** ماسوائے ان شرائط کے اور کوئی شرط بھی ہے۔ **جواب** حدیث وفقہ میں انکے سوا بعض اور شرطیں بھی مذکور ہیں مثلاً دن کا صاف ہونا یعنے بارش کا نہونا اور برد شدید کا نہونا اور خوف کا نہونا بھی شرط ہے۔ پہلی دو شرطیں جوب کی ہیں عن قتادة عن ابی ملیح عن ابیہ ان یوم حنین کان یوم مطر فامر النبی صلی اللہ علیہ وسلم منادیہ ان الصلوٰة فی الرحال رواہ ابوداؤد اور دوسری روایت میں ہے ان ذلک کان یوم الجمعة انتہی یعنی حنین بارش کا دن تھا سو حکم کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے موذن کو کہ کہدے نماز گھروں میں پڑھ لو روایت کیا اسکو ابوداؤد نے اور وہ دن جمعہ کا تھا اور بخاری میں حضرت ابن عباسؓ کا جمعہ میں بارش کے دن اسپر عمل کرنا یعنے لوگوں کو گھر میں ظہر پڑھنے کا حکم دینا مذکور ہے اور ابوداؤد میں باب التخلف عن الجماعة فی اللیلة الباردة میں یوں مذکور ہے لیلة باردة او غداة قرة یعنے ٹھنڈی رات ہو یا ٹھنڈا دن تخلف عن الجماعت کے لئے عذر ہے جو باب جمعہ میں مذکور ہے اور خوف کا نہونا شرط اسلئے ہے کہ بوقت خوف اذن عام جاتا رہیگا جو کہ ایک شرط ہے ادا جمعہ کی اور ایک **شرط** اور بھی ہے جسکے نہونے کی تقدیر پر شبہ قوی ہے وہ یہ ہے کہ شہر میں جمعہ ایک ہی جگہ ہونا چاہئے کئی جگہ نہ چاہئے چنانچہ میزان شعرانی میں ہے ومن ذلک قول الائمة الاربعة انہ لا یجوز تعدد الجمعة فی بلد الا اذا کثروا وعسر اجتماعهم فی مکان واحد قال

مالک و اذا اتیمت فی جوامع فالقدیم اولی انتہی یعنی انمیں سے قول چاروں
اماموں کا یہ ہے کہ تعدد جمعہ ایک شہر میں جائز نہیں ہے مگر جبکہ لوگ زیادہ ہو جاویں اور
ایک جگہ انکا جمع ہونا مشکل ہو۔ امام مالک فرماتے ہیں جبکہ کئی جگہ جمعہ پڑھا جاوے تو جمعہ
جمعہ مسجد جامع قدیمی میں ہوگا وہی ادا کیلئے بہتر ہے اور آگے چلکر وہی امام شعرانی یہ فرماتے
ہیں فان قلت فما وجہ اعادۃ بعض الشافعیۃ الجمعۃ ظہرا بعد السلام
من الجمعۃ مع ان اللہ تعالی لم یفرض یوم الجمعۃ صلوۃ الظہر و انما
فرض الجمعۃ فلا یصلی الظہر الا عند العجز عن تحصیل شروط الجمعۃ مثلا
فالجواب ان وجہ ذلک الا الاحتیاط والخروج من شبھۃ منع الائمۃ
التعدد بقطع النظر عما ذکرناہ من خوف الفتنۃ او خوف وقوع التعدد
بغیر حاجۃ کما ھو مشاھد فی اکثر مساجد مصر و غیرھا انتہی یعنی اگر تم کہو
کیا وجہ ہے شافعیہ بعد سلام جمعہ کے ظہر پڑھتے ہیں حالانکہ اللہ تعالی نے جمعہ کے دن
ظہر کی نماز کو فرض نہیں کیا اسدن تو جمعہ ہی فرض کیا ہے پھر ظہر پڑھی جاویگی مگر اسوقت
جبکہ شروط جمعہ کے حصول سے عاجز ہوں مثلا تو جواب اسکا یہ ہے کہ اسکی وجہ احتیاط ہے
اور اس شبہ سے نکلنا ہے جو کہ ائمہ نے تعدد جمعہ سے منع فرمایا ہے قطع نظر اس سے کہ ہم نے
فتنہ کا خوف یا وقوع تعدد بلا ضرورت کا ذکر کیا ہی جیسا کہ مصر کی اکثر مساجد وغیرہ میں دیکھا
جاتا ہے انتہی۔ اور رد المحتار میں صاحب بحر الرائق کے جواب میں لکھا ہے اقول
فیہ نظر بل ھو الاحتیاط بمعنے الخروج عن العھدۃ بیقین لان خلاف
مروی عن ابی حنیفۃ ایضا و اختارہ الطحاوی والترتاشی وصاحب المختار
وجعلہ العتابی الاظھر وھو مذھب الشافعی والمشھور عن مالک واحدی
الروایتین عن احمد کما ذکرہ المقدسی فی رسالتہ نور الشمعۃ فی ظھر الجمعۃ
بل قال السبکی من الشافعیۃ انہ قول اکثر العلماء ولا یحفظ عن صحابی
ولا تابعی تجویز تعددھا اھ وقد علمت قول البدائع انہ ظاھر الروایۃ
وفی شرح المنیۃ عن جوامع الفقہ انہ اظھر الروایتین عن الامام قال فی
النھر وفی الحاوی القدسی وعلیہ الفتوی وفی التکملۃ للرازی وبہ ناخذ اھ

فهو حينئذ قول معتمد في المذهب لا قول ضعيف ولذا قال في شرح المنية وهو الاحتياط لان الخلاف في جواز التعدد وعدمه قوي وكون الصحيح الجواز للضرورة للفتوى لا يمنع شرعية الاحتياط للتقوى اه قلت على انه لو سلم ضعفه فالخروج عن خلافه اولى فكيف مع خلاف هؤلاء الائمة وفي الحديث المتفق عليه فمن اتقى الشبهات استبرأ لدينه وعرضه ولذا قال بعضهم فيمن يقضي صلوة عمره مع انه لم يفته منها شيء لا يكره لانه اخذ بالاحتياط وذكر في القنية انه احسن ان كان في صلوة خلاف المجتهدين ويكفينا خلاف من مر انتهى يعنے میں کہتا ہوں کہ صاحب بحر کے قول میں شبہ اور نظر ہے بلکہ یہ احتیاط (ظہر) اس معنے کر ہے کہ فارغ الذمہ ہو جاویں کیونکہ جواز تعدد جمعہ اگرچہ دلیل کی رو سے قوی اور غالب ہے لیکن اسمیں شبہ قوی ہے اسلئے کہ اسکے خلاف امام ابو حنیفہ سے بھی مروی ہے اور اختیار کیا اسکو طحاوی اور تمرتاشی اور صاحب مختار نے اور عتابی نے اسی روایت کو ظاہر تر بنایا ہے اور یہی مذہب امام شافعی کا ہے اور یہی امر امام مالک سے مشہور ہے اور امام احمد سے ایک روائیت یہی ہے جیساکہ ذکر کیا اسکو مقدسی نے اپنے رسالہ نور الشمعہ فی ظہر الجمعہ میں بلکہ شیخ سبکی شافعی نے کہا ہے کہ یہی قول اکثر علما کا ہے۔ اور کسی صحابی اور تابعی سے جواز تعدد جمعہ محفوظ نہیں ہے اھ اور تم نے قول بدائع کا معلوم کر لیا ہے کہ یہی ظاہر روایت ہے اور شرح منیہ میں جوامع الفقہ سے منقول ہے کہ یہی امام سے ظاہر روایت ہے اور نہر میں لکھا ہے حاوی قدسی میں ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے اور تکملہ رازی میں ہے کہ ہم اسی پر عمل کرتے ہیں اھ پہر وہ اسوقت مذہب میں معتبر قول ہے نہ ضعیف اسلئے شرح منیہ میں کہا ہے کہ یہی احتیاط ہے کیونکہ تعدد جمعہ کے جواز و عدم جواز میں اختلاف قوی ہے اور فتویٰ کی ضرورت کے لئے جواز کا صحیح ہونا تقویٰ کیلئے احتیاط ظہر کے مشروع ہونیکو مانع نہیں ہے اھ میں کہتا ہوں علاوہ یہ کہ اگر عدم جواز کا ضعف تسلیم بھی کیا جاوے تو بھی خلاف سے نکلنا بہتر ہے پہر باوجود اختلاف ان ائمہ کے کیونکر بہتر نہو گا اور حدیث متفق علیہ میں ہے کہ جو شخص شبہات سے بچا تو اُسنے اپنے دین و عزت کو بچا لیا اسی لیئے بعض فقہا نے کہا ہے کہ جو شخص اپنی تمام عمر کی نمازوں کو قضا کرتا رہے باوجودیکہ اس سے ایک نماز بھی فوت نہو ئی ہو تو مکروہ

نہیں کیونکہ اُسنے احتیاط پر عمل کیا اور قنیہ میں مذکور ہے کہ یہ امر احسن ہے اگر اُسکی نماز میں مجتہدین کا خلاف ہو اور ان ائمہ کا خلاف کرنا جو گذر چکا ہے ہمارے لئے کافی ہے اھ انتہی۔ اور آجکل فی الواقع ایک شہر میں بہت جگہ جمعہ ہونیسے مسلمانوں کے اتفاق میں بڑا فرق آتا ہے بہت مناسب ہے کہ جمعہ بڑی مسجد میں سب ملکر پڑھا کریں اور آگے چلکر اسی ردالمحتار میں لکھا ہے ثم نقل المقدسی عن الفتح انہ ینبغی ان یصلے اربعًا ینوی بھا اٰخر فرض ادرکت وقتہ ولم اؤدہ ان تردد فی کونہ مصرًا او تعددت الجمعۃ وذکر مثلہ عن المحقق ابن جرباش قال ثم قال وفائدتہ الخروج عن الخلاف المتوھم او المحقق وان کان الصحیح صحۃ التعدد فھی نفع بلا ضرر ثم ذکر ما یوھم عدم فعلھا ودفعہ باحسن وجہ وذکر فی النھر انہ لا ینبغی التردد فی ندبھا علی القول بجواز التعدد خروجًا عن الخلاف اھ وفی شرح الباقانی ھو الصحیح انتہی یعنے پھر نقل کیا مقدسی نے فتح سے کہ بیشک لائق ہے یہ کہ چار رکعتیں پڑھی جاویں ان میں آخر فرض ظہر کی نیت کرے کہ میں نے انکا وقت پایا اور ابھی ادا نہیں کیں اگر اسکے شہر ہونے میں تردد ہو یا جمعہ چند جگہ ہوتا ہو اور اسی کی مثل ذکر کیا محقق ابن جرباش سے کہا مقدسی نے کہ پھر کہا (جرباش نے) اور فائدہ اسکا نکلنا ہے خلاف متوہم یا محقق سے اگرچہ تعدد جمعہ صحیح ہے سو وہ نفع ہے بلا نقصان پھر ذکر کیا وہ امر جس سے وہم عدم فعل کا ہوتا تہا اور اسکو اچھی طرح سے دفع کر دیا اور نہر میں ذکر کیا گیا ہے کہ اسکے مندوب ہونے میں تردد نہیں کرنا چاہئے قول جواز تعدد کی بنا پر خلاف سے نکلنے کیلئے اور شرح باقانی میں ہے کہ یہی امر صحیح ہے انتہی اس تقریر سے کئی امر ثابت ہوئے ایک تو یہ کہ بعض شافعیہ بھی احتیاط الظہر پڑھتے ہیں دوم یہ کہ اگرچہ جواز تعدد جمعہ صحیح ہے لیکن چونکہ ائمہ کبار و صحابہ و تابعین سے جواز تعدد منقول و محفوظ نہیں بلکہ ائمہ سے منع ثابت ہے تو شبہ قوی ہونے کے سبب احتیاط الظہر پڑھنی چاہئے سوم یہ کہ اس احتیاط ظہر کے پڑھنے میں نفع ہے کچھ نقصان نہیں۔ پس کوئی امر معتدبہ مانع نہیں ہے **سوال** یہاں پر ماسوا اُن دو شبہوں کے چند شبہ اور بھی ہیں جنکو منکرین اپنی تقریروں اور تحریروں میں ذکر کیا کرتے ہیں اور بعض وہ بھی ہیں جو انکی تحریروں سے زائد اور ممکن ہیں انکے جواب شافی

فائدہ احتیاط ظہر میں نفع ہے بلا نقصان

ترتیب وار دو **شبہ ۳** جمعہ کا فرض ہونا آیت قطعی سے ثابت ہے اور شرائط مذکورہ
ظنی ہیں جو کہ معارض دلیل قطعی کی نہیں ہو سکتیں پس جمعہ مطلقا فرض کہنا چاہیے۔

جواب سخن شناس نۂ دلبرا خطا اینجاست + اگر اس شبہ کا یہ مطلب ہے
کہ فرضیت جمعہ مطلق ہے اور اُن شرائط کے بیان سے ساکت ہے جنکا ذکر احادیث میں ہے
تو ہم کہتے ہیں کہ اسیطرح ان شروط و قیود سے بھی ساکت ہے جنکا ضروری ہونا منکرین
کے نزدیک بھی مسلم ہے مثلاً آیت میں فقط یوم جمعہ کا ذکر ہے جو شامل ہے تمام دن کو
اور اسمیں تخصیص ظہر کے وقت کی نہیں ہے۔ اب چاہیئے کہ جمعہ کبھی بعد طلوع آفتاب
کبھی بوقت چاشت کبھی دوپہر کو کبھی ظہر کو کبھی عصر کے وقت بھی جائز ہو حالانکہ ایسی
تعمیم نہ منکرین کے نزدیک جائز ہے اور نہ معمول بہ علیٰ ہذا آیت میں ذکر تعیین رکعات
اور نیز قید جماعت اور آبادی کے نہیں ہے تو چاہیئے کہ کبھی ایک رکعت کبھی دو کبھی
تین کبھی چار رکعت جائز ہو اور نیز کبھی فرادے کبھی باجماعت گاہے جنگل گاہی
گھر میں بھی جائز ہو حالانکہ یہ تعمیم کوئی عاقل پسند نہ کریگا۔ پھر جو جواب انکا خاطر شریف
میں گذریگا وہی دیگر قیود و شرائط کا بھی سمجھہ لو مثلاً یہی جواب ہوگا کہ گو آیت قطعی ہے
مگر مجمل ہے اور طالب بیان اور وہ احادیث جنمیں یہ شروط ہیں اسکی مبین ہیں
تو اسی طرح ان شرطوں کو بھی سمجھو جنکے انکار کیلئے یہ شبہ ذہن میں گذرا تھا اور تفرقہ
فیما بین الشرائط تحکم ہے اور عمل ہے نؤمن ببعض ونکفر ببعض پر پس ان شرائط کو معارض
سمجھنا اُلٹا اعتراضوں کے بوجہ کو اپنے سر پر اُٹھانا ہے ہاں یہ دیکھنا چاہیئے کہ آیا یہ
شرائط احادیث سے ثابت ہیں یا نہیں سو انکا ثبوت اچھی طرح احادیث سے ہو چکا ہے
فتذکر و لا تنفر علاوہ اسکے ہم تو آیت و حدیث ہر دو پر عمل کرتے ہیں ایک کو دوسرے
کیوجہ سے ترک نہیں کرتے یعنی آیت کے موافق جمعہ پڑھ لیتے ہیں اور حدیثوں کے
موافق احتیاط الظہر بھی پڑھ لیتے ہیں بخلاف تارکین احتیاط کے کہ اُنسے عمل
بالحدیث ترک ہوتا ہے اور بخلاف تارکین جمعہ کے کہ اُنسے عمل بالآیت چھوٹ
جاتا ہے پس عاملین احتیاط کا امر افراط اور تفریط سے خالی ہے اور خیر الامور
اوسطہا سے مملو اب معلوم نہیں کہ منکرین جو بڑے شد و مد سے دعوی عمل
بالحدیث کا دم مارتے ہیں یہاں پر کیوں انکار کر رہے ہیں لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا [1]

[1] یعنی کہتے ہو وہ بات جو خود نہیں کرتے ۱۲ منہ

یفعلون **شبہ** - اس نماز احتیاطی کی کوئی اصل نہیں ہے بلکہ بدعت ہے کیونکہ یہ ایک
بادشاہ عباسی معتزلی کا ایجاد ہے اور جو مولوی عبد الدینار تھے وہ بحکم بادشاہ مذکور اپنی کتب میں درج
کرگئے **جواب** - مثل رقیب جھوٹ کے ہم آشنا نہیں - جو بات راست راست ہو کہدیں
ہزار میں - اس احتیاط کے اصل سے انکار وہی شخص کرسکتا ہے جسکو تفقہ فی الحدیث سے حصہ نہیں
ملا ہے یا عمداً ضد کر رہا ہے تو ہم بتا دیتے ہیں کہ اس احتیاط کے لئے اصل صحیح موجود ہے جس میں
دگنا ثواب کا ملنا ثابت ہے مشکوۃ میں ہے عن ابی سعید الخدری قال خرج رجلان
فی سفر فحضرت الصلوۃ ولیس معھما ماء فتیمما صعیدا طیبا فصلیا ثم
وجد الماء فی الوقت فاعاد احدھما الصلوۃ بوضوء ولم یعد الاخر ثم اتیا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فذکرا ذلک فقال للذی لم یعد اصبت
السنۃ واجزئتک الصلوۃ وقال للذی توضأ واعاد لک الاجر مرتین رواہ
ابو داود والدارمی والنسائی یعنے ابو سعید خدری رض سے مروی ہے کہ نکلے دو شخص
سفر میں پھر نماز کا وقت آگیا ایسی حالت میں کہ اُنکے پاس پانی نہ تھا پھر تیمم کیا دونوں نے
اور نماز پڑھ لی پھر دونوں نے وقت کے اندر ہی پانی پالیا تو انمیں سے ایک شخص نے وضو کر کے
نماز کو لوٹا لیا اور دوسرے نے نہ لوٹایا پھر دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے
اور اسکا ذکر کیا تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس شخص کو کہ جس نے نماز دوبارہ نہیں لوٹائی
تھی فرمایا کہ تم سنت کو پہنچ گئے اور تمہاری نماز کافی ہوگئی اور جس نے پھر لوٹائی تھی اُس سے
یوں فرمایا کہ تمکو دوہرا ثواب ملا روایت کیا اسکو ابو داؤد اور دارمی اور نسائی نے اور دوسری
نظیر بحالت شک احتیاط پر عمل کرنیکی وہ ہے جو کہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں کہا ہے قال
سفیان ھذا الفقہ بعینہ لقول اللہ تعالی فلم تجدوا ماء فتیمموا وھذا
ماء وفی النفس منہ شیئ یتوضأ بہ ویتیمم انتہی یعنے کہا سفیان رح نے یہ بعینہ فقہ ہے
کیونکہ اللہ تعالی فرماتا ہے پس تم پانی نہ پاؤ تو تیمم کرلو اور یہ پانی ہے جسمیں شبہ ہے اُس سے
وضو کیا جائے اور تیمم کیا جائے انتہی - اور کہا قسطلانی شارح بخاری نے اُسکی شرح میں
لان الماء الذی یشک فیہ لاجل اختلاف العلماء رضی اللہ عنھم کالعدم
فیحتاط للعبادۃ انتہی یعنے وضو و تیمم پانی مشکوک سے اسلئے کیا جاوے کہ جس پانی میں
شک ہو بباعث اختلاف علمائے رضی اللہ عنہم کے تو وہ پانی گویا موجود نہیں ہے پھر

جلد اول صفحہ ۲۰۰ ۱۲ منہ

عبادت کے لئے احتیاط کیجائیگی تیسری نظیر وہ ہے جو کہ کبیری شرح منیہ میں ہے ومن لم یجد ماءً الا سور الحمار او البغل الذی امرہ اثان یتوضأ بہ ویتیمم وایھما قدم جاز خلافا لزفر فانہ عندہ لابد ان یقدم الوضوء علی التیمم للخروج عن العھدۃ بیقین انتہی یعنی جو شخص کہ سوائے گدہے یا خچر کے جوٹھے پانی کے اور کوئی پانی نہ پاوے تو اُس سے وضو کرے اور تیمم بھی کرے اور ان دونوں سے جسکو پہلے کرلے جائز ہے بخلاف امام زفرؒ کے کہ اُنکے نزدیک وضو کا مقدم کرنا تیمم پر ضروری ہے اور یہ دونوں امر اسلئے ہیں کہ اپنے ذمہ سے یقیناً بری ہو جاوے انتہی۔ ایسا ہی دیگر کتب فقہ میں ہے۔ اب معلوم ہوا کہ کسی امر شرعی میں بوقت شک فارغ الذمہ ہونیکے لئے احتیاط پر عمل کرنا شرعاً ثابت ہے جس سے دگنا ثواب ملتا ہے اور حدیث سے یہ مضمون ثابت ہے کہ جو شخص شبہ سے بچے تو اُسنے اپنے دین و عزت کو بچالیا پس جبکہ احتیاط الظہر کے لئے اصل شرع سے ثابت ہوا تو فرمایئے بدعت کیونکر ہوا بلکہ اس سے انکار کرنا بدعت ہوگا اور کسی بادشاہ معتزلی کیطرف اسکو منسوب کرنا بالکل جھوٹا بناوٹی قصہ ہے کسی کتاب معتبر میں اسکا ذکر نہیں ہے پھر کوئی کل کا پڑھا ہوا بلاسند اپنی تحریر یا تفسیر میں لکھدے تو کیسے معتبر ہو سکتا ہے۔ لو ہم اصل صحیح بات کتب معتبرہ سے بتلاتے ہیں کہ جنہوں نے احتیاط الظہر کا حکم دیا ہے وہ امامان دین و پیشوایان اہل یقین تھے نہ عبد الدینار نعوذ باللہ من ہذا الاعتبار چنانچہ رد المحتار میں ہے وفی القنیۃ لما ابتلی اھل مرو باقامۃ الجمعتین فیھا مع اختلاف العلماء فی جوازھا امر ائمتھم بالاربع بعدھا حتما احتیاطا اھ ونقلہ کثیر من شراح الھدایۃ وغیرھا وتداولوہ وفی الظھیریۃ واکثر مشائخ بخارا علیہ لیخرج عن العھدۃ بیقین انتہی یعنے قنیہ میں ہے کہ جو وقت شہر مرو کے لوگ دو جگہ جمعہ پڑھنے میں مبتلا ہوئے باوجودیکہ علماء کا اسکے جواز میں اختلاف تھا تو وہانکے اماموں نے حکم دیا کہ بعد ہر دونوں جمعہ کے چار رکعت ضروری احتیاطاً پڑھی جاویں اھ اور نقل کیا اسکو بہت سے شارحین ہدایہ وغیرہ نے اور اسی پر اُنہوں نے عمل کیا اور ظہیریہ میں ہے کہ اکثر مشائخ بخارا کے اسی پر ہیں تاکہ نمازی یقیناً فارغ الذمہ ہو جاوے انتہی۔ پس جس حالت میں کہ قواعد شرع سے اسکے لئے اصل موجود ہے اور ادلہ شرعیہ اُسکے وجوب یا استحسان پر دال ہیں اور امامان دین کا اسکے موافق امر اور عمل ہے تو پھر اسکو کسی مجہول بادشاہ کیطرف منسوب کرنا اور بدعت بنانا بجز ارتکاب بدعت و اختیار جہالت و اظہار عداوت کچھہ فائدہ

شبہ ۵ بعض کتب فقہ میں اوسکو خلاف مذہب کہا ہے اور صاحب بحر الرائق
نے اسکے عدم جواز کا فتوی دیا ہے اور احتیاطاً اسکے نہ پڑھنے میں بتلائی ہے **جواب ۵**
جناب مطلب کی بات نہ لیجئے ذرا آنکھیں کھول کر بھی دیکھئے کہ کتب فقہ میں کس شد و مد سے
احتیاط الظہر کو ثابت کیا ہے اور جن فقہائے کرام نے اسکی تائید کی ہے وہ بھی سب حنفیہ
سے ہیں جو اہل مذہب ہیں بلکہ بعض تو انمیں مجتہد فی المذہب ہیں جیسے شیخ ابن الہمام وغیرہ
ہاں صاحب بحر الرائق نے صرف بباعث خوف اعتقاد عدم فرضیت جمعہ کے احتیاط الظہر
کے منع کا فتوی دیا ہے لیکن از روئے تحقیق اور بشرط انصاف اسکا جواب چند وجوہ سے
ہے اوّل یہ کہ انکا کلام شرائط مشہورہ مذکورہ بالا کے مفقود یا مشتبہ ہونیکی تقدیر پر نہیں
ہے بلکہ صرف عدم جواز تعدد جمعہ کے شرط میں انکا خلاف ہے دوم یہ کہ انکا فتوی بمقابلہ جمہور
فقہائے حنفیہ قابل حجت نہیں ہے دیکھو شہر مرو میں جبکہ تعدد جمعہ میں اختلاف ہوا تو وہاں
کے ائمہ نے احتیاط الظہر کا حکم دیا اور بہت مشائخ و فقہائے حنفیہ و بعض شافعیہ نے اسپر
عمل کیا ہے کما مر سیوم یہ کہ احتیاط الظہر کا خفیہ پڑھنا انکے کلام میں بھی موجود ہے جس کو
منکرین ذکر نہیں کرتے دیکھو ہم دکھا دیتے ہیں اصل عبارت انکی یہ ہے وقد افتیت
مرارا بعدم صلوة الاربع بعدها بنیة اخر ظهر خوف اعتقاد عدم فرضیة
الجمعة وهو الاحتیاط فی زماننا واما من لایخاف علیه مفسدة هنا
فالاولی ان تکون فی بیته خفیة انتہی۔ یعنے میں نے کئی بار چار رکعت آخر ظہر
بعد جمعہ کے نہ پڑھنے کا فتوی دیا ہے بباعث خوف اعتقاد عدم فرضیت جمعہ کے
اور اس زمانہ میں یہی احتیاط ہے لیکن جس پر یہاں فساد کا خوف نہو تو اسکو یہ بہتر ہے کہ
اپنے گھر میں پوشیدہ پڑھے انتہی مگر بنظر تحقیق یہ خوف انکا بھی اصل میں بیخوف ہے کئی وجہ
اوّل یہ کہ مخالف ہے قول جمہور علمائے کہ جو اسکو عموماً ضروری فرماتے ہیں دوم یہ کہ جس حالت میں
عوام کو بتلایا گیا کہ جمعہ بہ نیت فرض پڑھیں اور بعد اسکے ظہر بھی احتیاطاً ضرور پڑھیں تو اعتقاد
عدم فرضیت جمعہ کی کوئی وجہ نہیں جسکا خوف ہو سوم جبکہ احتیاط ظہر کا پڑھنا بحالت
شک وجود شرائط وجوب کے درجہ تک ہے کما سیاتی تو خفیہ گھر میں پڑھنے کا حکم دینا عجیب سے
یہ کوئی بات جوڑی کی نہیں اور عوام کا خوف غیر معتبر ہے جبکہ انکو بتلا دیا جاتا ہے تو سمجھ جاتے
ہیں اور جو ضداً نہ مانیں تو انکا علاج ہی اور ہے چہارم عوام بلکہ خواص کا اختلاف و فساد بعض

مسائل دینیہ مشہورہ میں جب سے کہ مبتدعین کا احداث ہوا ہے [illegible] + [illegible] +

چلا آتا ہے ایک ہی مسئلہ میں کسقدر اختلاف ہے کہ ایک فریق اسکو ضروری سمجھتا ہے اور دوسرا اسی
کو ناجائز و بالعکس پس کیا ایسی حالت میں ہر ایک فریق اپنے معمول بہ اور معتقد علیہ کو چھوڑ
سکتا ہے پنجم صاحب بحر نے جو اس زمانہ میں احتیاط کے نہ پڑھنے میں تبلائی ہے اسکا جواب
شامی نے رد المحتار میں بخوبی دیدیا ہے کما مر مستوفیاً علیٰ ہذا باتباع صاحب بحر صاحب
در مختار نے خلاف مذہب جو کہا ہے اور نیز شامی نے باتباع مقدسی حالت فساد میں
خواص کے لئے اسکی تخصیص جو کی ہے تو اُسکا جواب بھی وہی کافی ہے جو صاحب بحر
کے کلام میں گذرا اور لائق اتباع و قابل عمل و فتوی قول جمہور فقہائے متاخرین ہوا
کرتا ہے نہ قول ایک دو علماء کا بلا تحقیق و بلا دلیل فافہم اور کلام فقہائے کرام کا دربارۂ
حکم احتیاط الظہر کچھ تو گذر چکا ہے باقی یہانپر نقل کیا جاتا ہے رد المحتار میں ہے و نقل
المقدسی عن المحیط کل موضع وقع الشک فی کونہ مصرا ینبغی لھم ان یصلوا
بعد الجمعۃ اربعا بنیۃ الظھر حتی انہ لو لم تقع الجمعۃ موقعھا یخرجون عن
عھدۃ فرض الوقت باداء الظھر و مثلہ فی الکافی۔ و بالجملۃ فقد ثبت انہ
ینبغی الاتیان بھذہ الاربع بعد الجمعۃ لکن بقی الکلام فی تحقیق انہ واجب
او مندوب قال المقدسی ذکر ابن شحنۃ عن جدہ التصریح بالندب و
بحث فیہ بانہ ینبغی ان یکون عند مجرد التوھم اما عند قیام الشک
والاشتباہ فی صحۃ الجمعۃ فالظاھر الوجوب و نقل عن شیخہ ابن الھمام
ما یفیدہ انتھی ملتقطاً یعنی نقل کیا مقدسی نے محیط سے کہ وہ موضع جسکے شہر ہونے
میں شک ہو تو لوگوں کو چاہیے کہ بعد جمعہ کے چار رکعت بہ نیت ظہر احتیاطاً پڑہیں
حتی کہ اگر جمعہ اپنے موقعہ پر ادا نہو تو ظہر کے ادا کرنیسے فرض وقت کے ذمہ سے تو بری
ہو جاینگے اور اسیطرح کافی میں ہے۔ حاصل کلام یہ کہ بیشک یہ تو ثابت ہو گیا کہ بعد جمعہ
کے یہ چار رکعت پڑہنی چاہیے لیکن اسمیں کلام باقی رہا کہ آیا یہ رکعات واجب ہیں
یا مستحب مقدسی فرماتے ہیں کہ ذکر کیا ابن شحنہ نے اپنے دادا سے اسکے استحباب کو
اور اسمیں بحث کی ہے باینطور کہ یہ استحباب فقط وہم کی صورت میں ہونا چاہیے
لیکن بوقت قیام شک و شبہ جمعہ کی صحت میں تو ظاہر یہ ہے کہ (یہ چار رکعت) واجب
ہیں اور نقل کیا شیخ ابن الہمام سے وہ کلام جو اسکے مفید ہے انتہی۔ اور کبیری میں

جیسا کہ رسم المفتی میں شامی نے لکھا ہے ۱۲ منہ

ہے وعن هذا الاختلاف فی المصر قالوا ان کل موضع وقع فیہ
الشك فی جواز الجمعة ینبغی ان یصلی اربع رکعات وینوی بها الظهر
حتی لو لم تقع الجمعة موقعها تخرج عن عهدة فرض الوقت بیقین
کذا فی الکافی انتہی یعنی اسی اختلاف تعریف مصر سے فقہانے کہا ہے کہ بیشک وہ
موضع کہ جسمیں جمعہ کے جواز میں شک واقع ہو تو چاہیئے کہ چار رکعت پڑہیں جسمیں ظہر
کی نیت کریں حتی کہ اگر جمعہ اپنی موقع پر نہوا تو نمازی وقتی فرض سے تو یقیناً نکل جائیگا ایسا
ہی کافی میں ہے اور فتح القدیر میں شیخ ابن الہمام فرماتے ہیں فاذا اشتبہ
علی الانسان ینبغی ان یصلی اربعًا بعد الجمعة ینوی بها آخر فرض
ادرکت وقته ولم اؤد بعد فان لم تصح الجمعة وقعت ظهرا وان
صحت کانت نفلا انتہی یعنے جبکہ انسان کو شبہ پڑجائے تو چاہیئے کہ چار رکعت
جمعہ کے بعد پڑہے اسمیں نیت کرے آخر فرض کے کہ جسکا میں نے وقت تو پالیا ہے
اور ابتک اسکو ادا نہیں کیا پہر اگر جمعہ صحیح نہوا تو ظہر ہو جائیگی اور اگر جمعہ صحیح ہوا تو
یہ رکعات نفل ہو جائینگی انتہی۔ اور فتاوی عالمگیری میں ہے ثم فی کل موضع
وقع الشك فی جواز الجمعة لوقوع الشك فی المصر او غیرہ واقام
اهله ینبغی ان یصلوا اربع رکعات وینوی بها الظهر حتی لو لم تقع
الجمعة موقعها تخرج عن عهدة فرض الوقت بیقین کذا فی الکافی و
هکذا فی المحیط انتہی اسکا مطلب بہی وہی ہے جو اوپر کی عبارتوں میں گذرا علاوہ
دیگر کتب فقہ میں یہ مسئلہ مذکور ہے اس رسالہ میں بنظر اختصار صرف ان کتب فقہ کا حوالہ دیا
گیا فتح القدیر۔ محیط۔ کافی۔ کبیری۔ فتاوی عالمگیری۔ رد المحتار
ظہیریہ۔ قنیہ۔ میزان شعرانی۔ نہر الفائق۔ شرح الباقانی۔ اور جمہور فقہا
کا اسی پر عمل ہے۔ پہر بمقابلہ ان فقہائے کرام کے قول صاحب بحر ومن تبعہ کا کہ بلا خائف
خوف کرتے ہیں کیونکر قابل قبول ہو سکتا ہے جو محض بے دلیل بات ہے الغرض ہند وپنجاب وغیرہ
میں جمعہ کے وقوع میں شک قوی کئی طرح سے ہے جہاں گانوں ہیں وہاں ایک تو شہر کی
شرط مفقود ہے دوم سلطان مسلم یا اسکے نائب و والی قاضی کا نہونا سوم بعض جگہ تعدد جمعہ کا

کا ہونا تو ظاہر ہے اور بادشاہ اسلام کا بھی مفقود ہے پس شبہ قوی ہوا اسلئے احتیاطاً
اگر ظہر نہ پڑھینگے تو ظہر کا ادا کرنا ذمہ پر رہیگا اور ما وجب علیہم کو چھوڑ کر گنہگار ہونگے واللہ اعلم
بالصواب **شبہہ ۶** بعض کتب میں ہے کہ اگر یہ سب شرائط مفقود ہو جاویں تو بھی فرضیت
جمعہ ساقط نہیں ہوتی **جواب** یہ بات عامل بالحدیث کی تو مجال نہیں کہ زبان پر لاوی
کیونکہ احادیث سے بعض افراد مثل عورت و مسافر و غلام وغیرہ پر عدم فرضیت جمعہ ثابت ہے
علیٰ ہذا شرائط وجوب ادا، احادیث سے ثابت ہیں اور بعض وہ ہیں کہ جنپر اجماع صحابہ
تابعین رضؓ وغیرہم کا ہو چکا ہے۔ پس بحالت انعدام جمیع شرائط قائل فرضیت کا ہونا اس شخص
کا کام ہے جو کہ احادیث و اجماع صحابہ کا منکر ہو۔ پھر یہ قول مخترعہ اُنکے نزدیک جو کہ قول مجتہد
تک سند جانتے ہیں کب قابل اعتماد ہے ہاں جمعہ بروقت موجودگی جمیع شرائط فرض قطعی ہے،
جسکا منکر کافر ہے کما صرح بہ فی کتب الفقہ **شبہہ ۷**۔ یہ شرائط ضروری نہیں بلکہ
مستحسن ہیں کما صرح بہ بعض العلماء **جواب**۔ جب یہ شرائط احادیث سے ثابت ہیں جو کہ ظاہراً
وجوب اور ضرورت پر دال ہیں پھر استحسان پر محمول کرنا بے دلیل کیونکر قابل قبول ہے
خصوصاً عاملین بالحدیث کے نزدیک جو کہ عند الضرورت بھی ظاہر حدیث کا ترک اور
اسمیں تاویل کو جائز نہیں سمجھتے ہاں کیوں نہو یہاں پر حنفیہ سے مقابلہ ہے اسلئے پرائے
شگون کو اپنی ناک کٹانا مناسب ہے مگر حنفیہ کی موافقت کو دل نہیں چاہتا پر نہیں چاہتا
ع شادم کہ از رقیبان دامن کشان گذشتی + گو مشت خاک ما ہم بر باد رفتہ باشد +
شبہہ ۸ یہ نماز احتیاطی مثل روزہ یوم الشک کے ہے جس سے ممانعت آئی ہے
جواب۔ البتہ معترضین کا یہی بھاری شبہہ تحریرات میں دیکھا جاتا ہے جسپر بڑے بڑے
اتراتے ہیں مگر خدا نے چاہا تو اس قیاس فاسد کا کنسج العنکبوت ہونا بخوبی روشن ہوا جاتا
ہے۔ وجہ اسکی صرف تفقہ فی الدین کی کسر ہے اسیلئے یہ وجہ ممانعت کسی فقیہ کو نہ سوجھی بلکہ
صرف انجابندہ ہوا اور قیاس کو مطلقاً فاسد جانکر مرتکب وقت ایسی قیاس فاسد کا از کتاب البتہ جائے تعجب ہے۔ اب سُنئے
کہ یہ قیاس کئی طرح پر غلط ہے اور مع الفارق۔ اول یہ کہ صوم یوم الشک اس نیت سے منع
ہے کہ اگر یہ رمضان کا دن ہے تو فرضی ہے والا نفلی اور یہاں ایسا نہیں ہے کیونکہ
جمعہ خالصاً فرض کی نیت سے پڑھا جاتا ہے اور احتیاط الظہر بھی خاص آخر ظہر کی نیت سے
پڑھی جاتی ہے اور بر تقدیر ادا ہونے جمعہ کے اُن رکعتوں کا شرعاً نفل ہو جانا یا آخر

ظہر قضائے ادا ہو جانا ایک حکمی اور لزومی امر ہے جسمیں مکلف کا اختیار نہیں ہے -
دوم - اگر یوم الشک میں خالصاً نفل کی نیت کیجاوے تو یہ نیت صحیح ہے اور وہ روزہ ادا ہو جائیگا اور مکلف یقیناً فارغ الذمہ ہو جائیگا کما فی کتب شراح الحدیث و الفقہ بخلاف جمعہ کے کہ اُسکا مشکوک الاداء ہونا گو فرض ہی کی نیت خالصاً کیجاوے زائل نہیں ہوتا اور مکلف یقیناً فارغ الذمہ نہیں ہوتا کیونکہ وہ اعتبار معتبر پر موقوف نہیں بلکہ فقط بعض شرائط کا مفقود ہونا وقوع شک کے لئے کافی ہے البتہ اس شک کا مرتفع ہونا اسیطرح ہو سکتا ہے کہ بعد اداے جمعہ شکیہ ظہر بھی احتیاطاً پڑہی جاوے تاکہ نمازی یقیناً فارغ الذمہ ہو جاوے اور ہر دو میں سے ایک یقیناً ادا ہو جائیگا کما مر فی مسئلۃ الصلوٰۃ بالوضوء والتیمم بماء المشکوک - سوم یہ کہ بباعث مشکوک ہونے جمعہ کے بعد اداے جمعہ ظہر احتیاطاً علیحدہ پڑہی جاتی ہے بخلاف روزہ شکی دن کے کہ اُسکے ساتھ کوئی دوسرا روزہ احتیاطاً نہیں رکھا جاتا بلکہ صوم یوم الشک خود منع ہے ہاں اگر قیاس ممکن ہوتا تو یہ تھا کہ جمعہ مشکوک پڑہنا نہ چاہیئے مثل صوم یوم الشک کی بلکہ ظہر ہی پڑہنی چاہیئے لیکن یہ قیاس بھی تعمق نظر کے بعد گر جاتا ہے اسلئے کہ جمعہ گو مشکوک ہے لیکن اعظم شعار اسلام سے ہے بخلاف روزہ مذکورہ کے اور ظہر رفع شک کے لئے پڑہی جاتی ہے بخلاف روزہ مذکورہ کے کہ اسکے رفع شک کے لئے کوئی دوسرا روزہ نہیں رکھا جاتا بلکہ اسکے رفع کیلئے اسمیں صرف روزہ نفل کی نیت کافی ہے -
فاین احدہما عن الآخر فاین القیاس فاین المنع فاین الشبہۃ والاعتراض فافہم فانہ من مزلۃ الاقدام **شبہہ ۹** - امام یا نائب اسکا ہندوستان میں پایا نہیں جاتا تو بنا بر مذہب حنفیہ جمعہ نہوا اور جو بعض لکھتے ہیں کہ لوگ اپنا امام و قاضی مقرر کر کے جمعہ پڑہ لیا کریں تو بنا بر اس روائت کے امام جمعہ ہر جگہ موجود ہے پھر احتیاط کی کیا حاجت ہے **جواب** اگرچہ امام یا اُسکا نائب ہندوستان میں پایا نہیں جاتا لیکن جمعہ پڑہنا اس ملک میں جائز ہے جیساکہ رد المحتار کی کتاب الجمعہ میں ہے فی معراج الدرایۃ عن المبسوط البلاد التی فی ایدی الکفار بلاد الاسلام لا بلاد الحرب لانہم لم یظہروا فیہا حکم الکفر بل القضاۃ والولاۃ مسلمون یطیعونہم عن ضرورۃ او بدونہا و کل مصر فیہ وال من جہتہم یجوز لہ اقامۃ الجمع والاعیاد و تقلید القضاء

لا ستیلاء المسلمین علیهم فلو الولاۃ کفار ایجوز للمسلمین اقامۃ الجمعۃ و
یصیر القاضی قاضیا بتراضی المسلمین و یجب علیهم ان یلتمسوا والیا
مسلما انتہی۔ اور اسی کے کتاب القضاء جلد رابع میں تاتار خانیہ سے نقل کیا ہے
واما بلاد علیها ولاۃ کفار فیجوز للمسلمین اقامۃ الجمع والاعیاد و یصیر
القاضی قاضیا بتراضی المسلمین فیجب علیهم ان یلتمسوا والیا مسلما منهم اھ
وعزاہ مسکین فی شرحہ الی الاصل ونحوہ فی جامع الفصولین و فی الفتح
واذا لم یکن سلطان ولا من یجوز التقلد منه کما فی بعض بلاد المسلمین
غلب علیهم الکفار کقرطبۃ الآن یجب علی المسلمین ان یتفقوا علی واحد
منهم یجعلونه والیا فیولی قاضیا و یکون هو الذی یقضی بینهم و کذا ینصبوا
اماما یصلی بهم الجمعۃ اھ وهذا هو الذی تطمئن النفس الیه فلیعتمد نهر
انتہی یعنے وہ شہر کہ جنپر کفار حاکم ہیں وہاں مسلمانوں کو جمعہ اور عیدین کا قائم کرنا جائز
ہے اور قاضی مسلمانوں کی رضامندی سے مقرر ہو سکیگا پھر ان پر واجب ہے کہ ان سے
والی مسلم کی درخواست کریں اھ اور مسکین نے اپنی شرح میں اسکو اصل کیطرف نسبت
کیا ہے اور ایسا ہی جامع الفصولین میں ہے اور فتح القدیر میں ہے کہ جب سلطان نہو
اور نہ وہ کہ اُسے قاضی کا بنانا جائز ہو جیسا کہ بعض اُن بلاد مسلمین ہیں کہ جنپر کفار غالب
ہوگئے ہیں جسطرح آجکل قرطبہ ہے تو مسلمانوں پر ضرور ہے کہ اپنے میں سے کسی ایک
کو اتفاق کرکے والی بنادیں پھر وہ کسی کو قاضی بنادیگا کہ جو اُنکے فیصلے کیا کریگا اور ایسا ہی
کسیکو امام مقرر کریں کہ اُنکو جمعہ پڑھا دیا کرے اھ اور یہ وہ بات ہے کہ جس سے طبیعت
تسکین پالیتی ہے پھر اسپر اعتماد کیا جاوے انتہی پس یہانپر بھی اگرچہ شرط وجود امام یا
اُسکے نائب کی جو ایک ظنی شرط ہے متحقق نہو پر نماز جمعہ کو جو اعظم شعار اسلام ہے پڑھنا
ضرور چاہئے اور بہ سبب مفقود ہونے شرط مذکور کے احتیاطاً نماز ظہر کا ادا کرنا بھی ضرور
ہے تاکہ مکلف کو یقینی برائت ذمہ حاصل ہو جاوے اور موافق قول بعض کے امام جمعہ
ہر جگہ موجود سمجھنا سمجھ کی غلطی ہے کیونکہ عبارات مذکورہ سے واضح ہے کہ لوگ درخواست
کریں والی مسلم کی جو کہ فیصلہ شرعیہ کیا کرے پھر وہ امام جمعہ و خطیب مقرر کرے اور یہ
مراد نہیں ہے کہ آجکل کے جو معمولی ملا و خطیب موجود ہیں وہی کافی ہیں کیونکہ اس

بنا بر والی کی درخواست کی کیا ضرورت تھی پس اس شرط ظنی کے مفقود ہونے پر بحالت مجبوری بعد جمعہ کے احتیاط الظہر پڑھنا کافی ہے نہ یہ کہ اسکی ضرورت نہیں ہے یا یہ کہ جمعہ ہی نہیں چاہیئے فافہم **شبہہ ۱** جمعہ کے دن جمعہ پڑھنا فرض ہے نہ ظہر اور ایک وقت میں دونوں کا جمع کرنا بھی جائز نہیں **جواب** جمعہ کے دن جمعہ پڑھنا بحالت موجودگی جمیع شرائط قطعاً فرض ہے اور مُسقط ظہر ورنہ یقیناً اس روز جمعہ فرض ادا نہو گا نہ ظہر بلکہ ہر دو میں شک رہیگا اور ایسی ہی بحالت وجود شرائط ہر دو کا جمع کرنا جائز نہو گا ورنہ بحالت شک احتیاطاً دو فرضوں کا ایک وقت میں جمع کرنا جائز کیا بلکہ واجب اور ضروری ہے جیسا کہ تیمم اور وضو کے جمع کرنے میں بحالت وجود مشکوک گذر چکا ہے اور یا مستحسن ہے جیسا کہ بوقت پا لینے پانی کے وقت میں اعادہ اس نماز کا جو تیمم سے پڑھی تھی کما مر الیہ من الحدیث پس مطلقاً جمع کرنا دو فرضوں کا منع نہوا بلکہ ایسی حالتیں جو شک کی ہو جمع کرنا واجب یا مستحسن ہوا علی ہذا جو شخص تمام عمر کی نمازونکو قضا کرتا ہے گو اُسکی کوئی نماز قضا نہوئی ہو تو کوئی حرج نہیں بلکہ نفع بلا ضرر ہے کیونکہ عمل احتیاط پر مستحسن ہے شرعاً کما مر الیہ فتذکر ولا تغفل

شبہہ ۱۱- اگر استحسان تک کلام رہتا تو سہل بات تھی مگر اب تو یہ احتیاط وجوب کے درجہ تک پہنچ گیا ہے اور جھگڑا لو پیدا ہوئے اسلیئے بدعت ہے **جواب** یہ شبہہ بھی بالکل کمزور ہے اسلیئے کہ استحسان فقط صورۃ توہم عدم شرائط میں ہے ورنہ بحالت شک وجود شرائط احتیاط ظہر کا پڑھنا واجب ہے جیسا کہ شامی نے اسکی تحقیق کی ہے کما مر بلکہ اکثر کتب فقہ سے بنظر تامل وجوب ہی سمجھا جاتا ہے کیونکہ انمیں سب جگہ لفظ ینبغی ہے اور ینبغی اور اولی کا لفظ بعض مقام پر بقرائن خارجیہ وجوب کے معنے کے لیئے آتا ہے چنانچہ رد المحتار میں ہے ومن حلف علی معصیۃ ینبغی ان یحنث فان الحنث واجب لما علمت فارادوا بلفظ ینبغی الوجوب مع ان الغالب استعماله فی غیرہ فکذا ھذا کما تقول الاولی بالمسلم ان یصلے انتہی۔ پس لفظ ینبغی ہر اس احتیاط کے مقام پر وجوب ہی مراد ہو گا نہ استحسان کیونکہ تحقیق سے معلوم ہوا کہ بحالت شک وجود جمعہ کے یہ احتیاط واجب ہے کما صرح بہ الشامی اب دیکھو کہ تمام کتب فقہ میں بحالت شک لفظ ینبغی بہ نسبت احتیاط لکھا گیا ہے پس اس سے نہ مقصود ہو گا مگر وجوب وہو المطلوب اور جب یہ احتیاط وجوب کے درجہ تک ثابت ہی تو بہتر

اسکا اہتمام حنفیہ کیوں نہ کریں اب ہمارے نئے بھائی جو ناحق جھگڑا کریں تو اسکا کیا علاج
کیا امر محقق واجب متروک ہونا چاہیئے اور کیا وہ بدعت ہو سکتا ہے؟ **شبہہ ۱۲**
بحالت عدم موجود بعض شرائط وتردد جمعہ نفل ہوگا پھر اسکو جماعت سے پڑہنا اور فرض
ظہر کو بے جماعت پڑہنا بیموقع بات ہے **جواب ۵** بے سمجھے بوجھے کرتے ہو تم
ہمیہ اعتراض + لاشک فیہ کہد وجو سمجھو جناب من + اگر یہ بات باموقع ہو جاوے
تو پھر ہم سے سنیئے اور سوچیئے کہ چونکہ یہ شرائط ظنیہ ہیں اسلیئے اُنکے مفقود ہونے
کی تقدیر پر جمعہ یقیناً نفل نہیں ہوتا بلکہ ظناً وشکاً اسلیئے جماعت سے قائم رہا کیونکہ
اصل جمعہ میں جماعت ہے وجوباً اور وہ امر مشکوک سے ترک نہیں ہونی چاہیئے اور اوس
روز کی ظہر بھی چونکہ یقیناً فرض نہیں ہے بلکہ ظناً وتخمیناً اور نیز صحت ظہر جماعت پر
موقوف نہیں بخلاف جمعہ کے کہ وہ بلاجماعت ادا نہیں ہو سکتا اسلیئے ظہر بیجماعت
پڑہی جاتی ہے اور ترجیح استحقاق جمعہ علاوہ ہے اب اس مجموعہ سے ایک امر عنداللہ
ادا ہونا یقینی امر ہے اگر جمعہ ادا ہوا تو علی وجہہا ہوا اور اگر ظہر ادا ہوئی تو وہ بھی صحیح
ادا ہوئی فافہم **سوال ۸** - البتہ اہل عقل و انصاف کے نزدیک یہ جواب شافی ہیں
جو کہ شبہات ممکن الوقوع کے رفع کیلیئے کافی ہیں اب یہ بتلاؤ کہ بعد جمعہ کے حدیث سے کسقدر
رکعات پڑہنا علاوہ احتیاط کے ثابت ہیں اور اس احتیاط کی نیت کسطرح کرے **جواب**
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث فعلی میں بعد جمعہ کے دو رکعت پڑہنا ثابت ہے
مگر حدیث قولی میں چار رکعت کا امر آپ سے ثابت ہے جیسا کہ ترمذی میں ہے عن سالم
عن ابیہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان یصلی بعد الجمعۃ رکعتین
عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کان منکم
مصلیا بعد الجمعۃ فلیصل اربعا ہذا حدیث حسن صحیح یعنی آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم بعد جمعہ دو رکعت پڑہا کرتے تھے اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ
جو شخص تم میں سے بعد جمعہ کے پڑہے تو چاہیئے کہ چار رکعت پڑہے یہ حدیث حسن صحیح
ہے پس چار رکعت کو دو پر ترجیح ہے کیونکہ قولی حدیث فعلی پر مقدم ہوا کرتی ہے الا
نادراً اور بعض صحابہ کبار نے چھ رکعت پڑہنے کا بعد جمعہ کے حکم دیا ہے چنانچہ ترمذی
میں ہے عن علی بن ابی طالب رض انہ امر ان یصلی بعد الجمعۃ رکعتین ثم

اربعًا عن عطاء قال رایت ابن عمر صلی بعد الجمعۃ رکعتین ثم صلی بعد
ذلک اربعًا انتہی یعنے حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے حکم کیا اس بات کا کہ
بعد جمعہ کے دو رکعتیں پڑہی جاویں اور پہر چار رکعت اور عطا سے روایت ہے کہا کہ دیکہا
میں نے ابن عمرؓ کو کہ انہوں نے بعد جمعہ کے دو رکعت پڑہی ہیں اور پہر چار انتہی۔
بقدر الحاجۃ اور عینی شرح بخاری میں ہے وفی سنن سعید بن مسعود عن
ابی عبد الرحمن السلمی قال علمنا ابن مسعودؓ ان نصلی بعد الجمعۃ اربعًا
فلما قدم علینا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ علمنا ان نصلی ستًا انتہی
یعنے ابی عبد الرحمن سلمی سے روایت ہے کہا کہ سکہایا ہمکو حضرت ابن مسعودؓ نے کہ ہم بعد جمعہ کے
چار رکعت پڑہا کریں پہر جبکہ ہمارے شہر میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تشریف
لائے تو انہوں نے ہمکو سکہایا کہ چہہ رکعت پڑہو۔ انتہی۔ اب ظاہر ہے کہ حضرت ابن عمرؓ
کا چہہ رکعت پڑہنا اور نیز حضرت علیؓ کا چہہ رکعات کے لئے حکم دینا حکمًا مرفوع ہوگا کیونکہ
اسمیں اجتہاد کو دخل نہیں اور چہہ چار پر زائد ہیں اور امر زائد والا مثبت ہوتا ہے اور
قاعدہ ہے المثبت مقدم علی النافی پس چہہ رکعت کا پڑہنا بعد جمعہ کے مختار
ہوا اور یہ چار احتیاطی ملا کر دس رکعات ہوئیں چنانچہ کتب فقہ میں دس رکعات ہی منقول
ہیں اور اسمیں نیت کا طریق بہی مذکور ہے جیسا کہ رد المحتار میں شرح منیہ سے نقل کیا ہے
والاولی ان یصلی بعد الجمعۃ سنتہا ثم الاربع بھذہ النیۃ ای بنیۃ اخر ظہر
ادرکتہ ولم اصلہ ثم رکعتین سنۃ الوقت فان صحت الجمعۃ یکون قد ادی علی
وجہہا والا فقد صلی الظہر علی سنتہ انتہی۔ یعنی بہتر یہ ہے کہ بعد جمعہ کے
سنتیں پڑہیں یعنے چار پہر چار احتیاطی اس نیت سے یعنی اخر ظہر کہ جسکا وقت میں نے
پالیا ہے اور ابہی پڑہی نہیں پہر دو رکعت سنتہ وقت کی پڑہے پہر اگر جمعہ صحیح ہوا تو
وہ بہی با موقعہ ہوا ورنہ ظہر کو مع سنتہ پڑہ لیا انتہی۔ اور آگے چلکر لکہا ہے قلت فی حاصلہ
انہ یصلی بعد الجمعۃ عشر رکعات اربعًا سنتہا واربعًا اخر ظہر ورکعتین
سنۃ الوقت ای لاحتمال ان الفرض ہو الظہر فتقع الرکعتان سنۃ البعدیۃ
انتہی یعنے میں کہتا ہوں کہ خلاصہ یہ کہ پڑہے بعد جمعہ کے دس رکعات چار اسکی سنتیں
اور چار آخر ظہر کی (اس نیت سے جو اوپر گذری) اور دو سنتہ وقت کی یعنے اس احتمال پر کہ

فرض وہی ظہر ہے پھر دو رکعتیں بعد ظہر کی ہو جاینگی انتہی - **سوال ۹** - ان چارون
رکعات احتیاطی میں ضم سورہ کرے یا فقط دو اول میں مثل فرضون کے **جواب** یہانپر
دو صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ وہ نمازی ایسا ہے کہ جب سے اُسپر نماز فرض ہوئی ہے کوئی نماز
ظہر کی اُس سے قضا نہیں ہوئی وہو نادر فی زماننا تو ایسی صورت میں ضم سورہ کرے
کیونکہ اسحالت میں اگر ظہر عند اللہ واقع ہوئی تو ضم سورہ مضر نہیں اور اگر وہ چار نفل واقع ہوئے
اور جمعہ فرضی ادا ہوا تو ضم سورہ انمیں واجب ہے بہر حال ضم سورہ ایسی صورت میں چاہئے -
دوسری صورت یہ ہے کہ اسکے ذمہ ظہر کی ایک یا کئی نمازیں باقی ہیں جنکا قضا کرنا لازم ہے
جیسا کہ اکثر نمازیوں کا یہی حال ہے تو ایسی حالت میں ضم سورہ نہ کرے کیونکہ اگر جمعہ بطور فرض
کے ادا ہوا تو یہ چار رکعت آخر ظہر قضا شدہ میں حساب کیجائینگی - پس یہ ایک بڑا فائدہ ہوگا
کہ ظہر کی نمازین قضا شدہ کا بوجھ سر سے اُترتا رہے گا اور اگر جمعہ نفلی طور پر ادا ہوا تو وہ
چار رکعت اُس روز کی فرضی ظہر واقع ہونگی - بہر حال یہ چار رکعت احتیاط بطور فرض ادا
ہونگی اسلیئے آخر کی دو رکعت خالی پڑھے چنانچہ **رد المحتار** میں ہے **قال فی شرح
منیۃ الصغیر وینبغی ان یقرء السورۃ مع الفاتحۃ فی ھذہ الاربع ان لم یکن
علیہ قضاء فان وقعت فرضا فالسورۃ لا تضر وان وقعت نفلا فقرءۃ
السورۃ واجبۃ اھ ای واما اذا کان علیہ قضاء فلا یضم السورۃ لان ھذہ
الاربع فرض علی کل حال** انتہی - **سوال ۱۰** - بھلا بعد جمعہ کے چار احتیاطی بجائے چار
سنتہ کے پڑھ کر پھر دو سنتہ پڑھنی کافی ہوسکتی ہیں یا نہیں یعنے اسطرح چھہ رکعت پڑھ لیں تو
بس ہیں یا نہیں **جواب** ظاہر تو یہی ہے کہ یہ چار رکعت احتیاطی کی چار سنتہ بعد جمعہ
کے جگہ کافی ہو جاویں بر تقدیر صحت جمعہ کیونکہ معتمد یہ امر ہے کہ سنتوں میں نیت کا تعین
شرط نہیں ہے اور اگر جمعہ صحیح نہیں ہوا تو وہ فرض ظہر کی ادا ہونگا ور نہ چار رکعت
جو کہ جمعہ سے پہلے پڑہی تھیں ظہر کی پہلی سنتیں شمار ہونگی - لیکن چونکہ پہلی سنتوں اور
ان رکعات میں فاصلہ سماع خطبہ اور نماز جمعہ کا آگیا ہے اسلیئے بہتر یہ ہے کہ وہ چار سنتیں
بھی پڑھ لے اور دس پوری کرے جیسا کہ **رد المحتار** میں ہے **والظاھر انہ یکفی بنیۃ
آخر ظہر عن الاربع سنۃ الجمعۃ اذا صحت الجمعۃ لان المعتمد عدم اشتراط
التعیین فی السنن وان لم تصح فالفرض ھو الظھر فتقع الاربع التی صلاھا**

قبل الجمعة عن سنة الظهر القبلية لكن لطول الفصل بصلوة الجمعة وسماع
الخطبة يصلي اربعا اخرى فالاولى صلوة العشرة انتهى - وهذا اخر ما اوردناه
في هذا الباب والله اعلم بالصواب وعنده ام الكتاب واخر دعوانا ان الحمد لله
رب العلمين والصلوة والسلام على خير خلقه واشرف رسله سيد الاولين
والاخرين ابي وامي وروحي فداه محمد واله وصحبه اجمعين اللهم اجعل هذه
الرسالة العجالة نافعة لاخواننا وكفارة لسيئاتنا وخالصة لنياتنا امين

بالخير تمت

تقريظ مولنا ومخدومنا مجمع العلوم النقلية والعقلية الاديب الاريب الفاضل التونكي المشهور بالالسنة والافواه المفتي محمد عبد الله عم فيضه اول المدرسين للعلوم العربية ببلدة لاهور

بسم الله الرحمن الرحيم

حامداً ومصلياً ومسلماً۔ میں نے اس رسالہ نور الشمعہ فی ظہر الجمعہ کو اچھی طرح سے دیکھا اسکی روایات ودرایات پر بھی کافی غور وتامل کیا اس مسئلہ کے متعلق اگرچہ اور علمائے کرام نے بھی عمدہ عمدہ تالیفیں شائع کی ہیں۔ مختلف صورتوں اور متعدد عنوانوں سے اس عروس مطلوب کو کرسی ثبوت پر جلوہ افروز فرمایا ہے۔ لیکن انصاف یہ ہے کہ اس فاضل مولف نے اس مدعا کے ثابت کرنے میں ایک نیا اور دلچسپ طریق اختیار کیا ہے۔ سوال وجواب کے عام فہم طریقہ میں خوب خوب بحثیں درج کی ہیں اور لطیف لطیف جوابوں سے انکا قلع واستیصال کیا ہے کیا روایت کی حیثیت سے اور کیا درایت کے لحاظ سے غرض جس پہلو سے دیکھیں نہایت شائستہ طریق سے پھر اسی انجام تک پہنچا دیا ہے میری رائے میں یہ رسالہ اس حسن وخوبی کے ساتھ اپنا آپ ہی نظیر ہے خداوند عالم اسے قبول فرمائے اور اہل اسلام کو اسپر عمل کرنے کی توفیق دے۔ آمین۔ وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمین والصلوة والسلام علی رسوله الامین محمد واله وصحبه اجمعین۔

نمقه العبد المذنب الاثیم

المفتی محمد عبد الله عفا الله عنه

جمادی الآخر ۱۳۱۱ھ

تقریظ مولانا مخزن العلوم الظاہرة والباطنة مرشد خلق اللہ حضرت محمد عبد اللہ صاحب تلونڈوی دام ارشادہم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً و مصلیاً - رسالہ ہذا مولفہ جناب مولوی احمد علی صاحب بٹالوی لازال شموس فیضانہم بازغة کو کہ اثبات احتیاطی بعد الجمعہ میں کمال تحقیق سے نوک زقلم فیض رقم فرمایا ہے حسب لیاقت اپنی بغور تمام اول سے آخر تک مطالعہ کیا اور جہانتک غور کیا تمام مطالب اسکی مع دفع اعتراضات مخالفین کے قابل تحسین محققین کے پائے اولتعالیٰ شانہ اپنے فضل و کرم سے انکی سعی مشکور اور اس عمل خیر پر جزا موفور عطا فرمادے وانا العبد المسکین المفتقر الی اللہ محمد عبد اللہ عفی عنہ تلونڈوی -

تقریظ جامع المعقول والمنقول مولانا مولوی غلام احمد صاحب دام مجدہم مدرس اول مدرسہ نعمانیہ لاہور

رسالہ احتیاط الظہر مولفہ مولوی احمد علی صاحب از اول تا آخر مطالعہ نمودم ہر چند مضامینش بہ تعمق نظر ملاحظہ کردم سعی مولف قابل تحسین یافتم شکر اللہ سعیہ وضاعف اجرہ -

الراقم غلام احمد مدرس مدرسہ نعمانیہ لاہور ۱۹ شوال سنہ ۱۳۱۲ھ

تقریظ مولانا مکرمنا مجمع العلوم جناب مفتی غلام رسول صاحب امرتسری دام مجدہم

رسالہ نور الشمعہ فی ظہر الجمعہ را من اولہا الی آخرہا مطالعہ نمودم در بارہ اثبات ظہر احتیاطی رسالہ مذکورہ را کافی یافتم فللہ در المصنف وجزاہ خیر الجزاء وانا عبد اللہ الغنی ابو زبیر غلام رسول الحنفی القاسمی عفی عنہ -

تقریظ معدن الاسرار مخزن الانوار جناب مکرمنا و مولانا حضرت مولوی حافظ حاجی سید جماعت علیشاہ صاحب علی پوری دام فیضہم الجلی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ والصلوٰة علی نبیہ - فقیر نے اس رسالہ کا مطالعہ کیا فی الواقع اسکے عدیم النظیر

ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے آجکل جسقدر اسکی ضرورت ہے اسکے پورا کرنیکے واسطے کوئی ایسا رسالہ نہیں دیکھا گیا جو کافی ہو سکے مگر الحمد للہ کہ فاضل اجل عالم اکمل اخوی مکرمی معظمی مولوی حافظ احمد علی صاحب بٹالوی مولف رسالہ ہذا نے اس ضرورت کو بوجہ احسن پورا کر دیا جزاہ اللہ عنا وعن سائر المومنین خیر الجزاء آمین ثم آمین۔ میرے نزدیک آجکل ہر ایک مقلد کو اسکا حرز جان بنانا ضروری ہے اور فقیر کا اس مسئلہ پر مدت سے عمل ہے کیونکہ میں نے استاذ نا واستاذ الکل مولانا مولوی فیض الحسن صاحب مرحوم سہارنپوری کی زبان مبارک سے سنا ہوا ہے آپ فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے اپنے استاد مرحوم کو اور انہوں نے اپنے اساتذہ کو اسپر عمل فرماتے دیکھا ہے سو سب یاروں کو لازم ہے کہ احتیاط الظہر پڑھا کریں اور ہرگز ترک نہ کریں وما علینا الا البلاغ۔

فقیر جماعت علی عفی عنہ علی پوری

تقریظ مولانا مکرمنا جناب مولوی احمد بخش صاحب امام مسجد خیر الدین مرحوم

ومدرس مدرسہ اسلامیہ امرتسر دام فیضہم

ابو عبید اللہ احمد (وفقہ اللہ لتزود الغد) نے اس رسالہ کو اول سے آخر تک دیکھا مصنف تحریر کی تحریر کو مدلل بدلائل ومبرہن ببراہین آیات و احادیث پایا اگرچہ پہلے بھی بعض علماء کرام اس مسئلہ میں تحقیقات شریفہ اور تدقیقات منیفہ کی ہیں مگر ہمارے محی السنۃ قامع البدعۃ جامع علوم وفہوم محدث قمقام فقیہ فقید المثیل فی الانام مولانا مولوی حافظ احمد علی صاحب بٹالوی نے طرز بیان کو ایسی درستی سے عام فہم رکھا ہے کہ ابتک کوئی رسالہ ایسی تحقیقات کو نہیں پہنچا۔ بالخصوص رد شبہات سوالات اور جوابات کی صورت میں کرنا اسی مختصر کا خاصہ ہے خداوند کریم اپنے فضل عمیم سے قبول فرما کر آپ کو اجر جزیل اور ثواب نبیل عطا فرماوی اور خواص وعوام

کو جیسے مولانا صاحب کی اور تصنیفات سے بہرہ ور کیا ہے اس رسالہ کے فیض سے بھی مستفید فرمادے و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

نقل فتویٰ در جواز خطبہ عربیہ مشتمل بر نظم و نثر فارسی یا ہندی وغیرہ

حامداً بسم اللہ الرحمن الرحیم ومصلیاً

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ خطبہ جمعہ میں تمامہا عربی عبارت کا ہونا شرط ہے یا نہیں اور بعض علماء جو علاوہ آیات و عبارت عربی کے کچھ ترجمہ یا مسائل بطور پند ونصائح بیان کر دیتے ہیں یا کچھ اشعار فارسی یا ہندی پڑھ دیتے ہیں تو جائز ہے یا نہیں اور انکو خلاف سنت کہہ سکتے ہیں یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب وهو الموفق للصواب: خطبہ میں تمامہا عربی عبارت کا ہونا عند الامام الاعظم رح شرط نہیں ہے

بلکہ باوجود قدرۃ علی العربیۃ کے غیر زبان مین بہی جائز ہے خلافاً للصاحبین رح کہ اُنکے نزدیک عربی عبارت ہونا خطبہ میں شرط ہے الا عند العجز چنانچہ ردالمحتار میں ہے تتمہ لم یقید الخطبۃ بکونہا بالعربیۃ اکتفاء بما قدمہ فی باب صفۃ الصلوۃ من انہا غیر شرط ولو مع القدرۃ علی العربیۃ عندہ خلافاً لہما حیث شرطاہا الا عند العجز انتہی۔ اور رجوع امام کا صاحبین کے قول کیطرف صرف قرءۃ فارسی مین ثابت ہوا ہے نہ دیگر اذکار و خطبہ وغیرہ مین چنانچہ درمختار میں ہے وعلی ہذا الخلاف الخطبۃ وجمیع اذکار الصلوۃ انتہی۔ اور نیز اسمیں ہے اعلم ایہا الواقف علی ہذا الکلام ان رجوع الامام انما ثبت فی القرءۃ بالفارسیۃ فقط ولم یثبت رجوعہ فی تکبیرۃ الافتتاح بل ہی کغیرہا من اذکار الصلوۃ علی الخلاف کما حررہ شراح المجمع وکتب الاصول وعامۃ الکتب المعتبرۃ وصریح ہذا المتن یعنی الکنز یفیدہ کعامۃ المتون فلا علیک من العینی وان تبعہ الشرنبلالی فی عامۃ کتبہ حررہ علاء الدین عفی عنہ اھ۔ اور وجہ رجوع امام کی قرءۃ میں یہ ہے کہ قرآن خاص عربی زبان میں نازل ہوا ہے اور اسیکا نام قرآن ہے نہ تراجم کا اور اسیکا بعینہ نماز میں پڑہنا عبادت اور فرض ہے اجماعاً گو سمجھ میں نہ آئے بخلاف اذکار کے کہ اسمیں معانی مطلوب ہیں اور بخلاف خطبہ کے کہ وہ اصل میں وعظ و نصیحت ہے جیسا کہ حدیث میں ہے عن جابر بن سمرۃ قال کانت للنبی صلی اللہ علیہ وسلم خطبتان یجلس بینہما یقرء القرآن ویذکر الناس فکانت صلوتہ قصدا وخطبتہ قصدا رواہ مسلم۔ اسمیں یذکر الناس صاف کہہ رہا ہے کہ آپ وعظ فرمایا کرتے تھے مگر مختصر طور پر اور جسطرح وعظ سامعین کی زبان میں مفید ہے اُسیطرح خطبہ ہے پہر اگر ملک ہند وغیرہ میں عربی خطبہ شرط کیا جاوے تو وہاں سامعین کے لئے اصلی غرض فوت ہو جائیگی اسلئے ضرور مناسب ہے کہ کچہہ کلمات پند و نصائح کے بہی ہوا کریں تاکہ جو لوگ بعد نماز کے بہاگ جاتے ہیں وہ بہی بے بہرہ نہ رہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ عربی کوئی معین نہ تہا ورنہ ضرور محفوظ ہوتا بلکہ ہر دیار و امصار میں نئے نئے خطبہ مولفہ مروج ہیں اور آپکا خطبہ عربی اسلئے ہوتا تہا کہ سامعین اکثر عربی دان ہوتے تہے علی ہذا صحابہ رض کے زمانہ میں اور بعض صحابہ کو غیر ملکوں میں بہی جانیکا اتفاق ہوا ہے مگر یہ خیال کر لینا کہ وہ خطبہ صرف عربی ہی میں پڑہتے تہے محتاج دلیل ہے کیونکہ خطبہ جب من افراد الوعظ ٹہیرا تو ظاہر ہے کہ اُنکی زبان ہی میں سمجہاتے ہونگے۔ لیکن باوجود اسکے آیات قرآنیہ کا کچہہ حصہ ہونا چاہئے کیونکہ گو عربی ہونا شرط نہیں ہے مگر آیات کا ہونا مسنون تو ہے اب اسکے سوائے خواہ آیات کا ترجمہ یا تفسیر یا اور پند و نصائح کے متعلق نظم یا نثر فارسی و ہندی وغیرہ میں پڑہنا مختصر طور پر درست ہے ہاں طول نہ دیا جاوے کہ مکروہ اور ممنوع ہے۔ ایسی صورت میں صاحبین کا خلاف بہی غالباً جاتا رہیگا کیونکہ کچہہ حصہ عربی میں آ گیا اور اسلئے خلاف مسنون ہونے کی حد سے بہی نکل جائیگا اور غرض اصلی بہی فوت نہوگی کیونکہ پند نصائح بہی ہو گیا۔ پس واضح ہو کہ خطبہ مسئول عنہا جائز ہے اور خلاف مسنون نہیں ہے بلکہ آجکل ایسا ہی مناسب ہے۔ ہذا ما عندی والعلم عند ربی وہو اعلم بالصواب وعندہ ام الکتاب

وصلی اللہ علی رسولنا وسیدنا ومولانا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین۔

حررہ الراجی رحمۃ ربہ القوی
احمد علی عفا عنہ الولی بٹالوی

الجواب صحیح
غلام محمد مدرس مدرسہ نعمانیہ لاہور

الجواب صحیح
مفتی محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ
اول مدرس مدرسہ عالیہ لاہور

جواب صحیح ھے
غلام محمد البگوی عفی عنہ امام مسجد شاہی لاہور بقلم خود

اصاب من اجاب
محمد اسمعیل عفی عنہ مدرس مدرسہ حمیدیہ لاہور

الجواب صحیح
خلیفہ حمید الدین عفی عنہ

جواب صحیح است
محمد عبد الکریم مدرس مدرسہ رحیمیہ لاہور

المجیب مصیب
محمد جی عفی عنہ مدرس دوم مدرسہ نعمانیہ

خاتمۃ بالخیر ذکر کلمات طیبات کاللولوء والمرجان مصدرہ بحر عرفان سراج الکاملین قمر الواصلین سیدی و مولائی ماوائی و ملجائی مخدومی مکرمی مجمع العلوم الشرعیۃ منبع الفنون الحقیقیۃ مرشدی و شیخی پیر دستگیر آیۃ من آیات اللہ مقبول بارگاہ روحی فداہ حضرت پیر جی مہر علیشاہ صاحب گولڑی قبلۂ عالم دام ظلالہم علی مستظلیہم و عم ارشادہم علی مسترشدیہم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ھذہ العجالۃ مغنیۃ لمن حاول العمل وان لم تکن فیھا کفایۃ لمن زاول الجدل ولا مبالاۃ فی عدم مبالاتھم فان اصحاب ان تتقوا اللہ یجعل لکم فرقانا ھم المنظورون بعین التالیف الھنا ھذا غایۃ سعینا فی امتثال امرک فتقبلہ منا نرجو القبول کیف وانت قلت لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا وصل و سلم و بارک علی المظھر الاتم لاسمک الاعظم و اٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العلمین۔

العبد
الملتجی الی اللہ المدعو بہ مہر علیشاہ

تقریظ و تاریخ منظومہ بلبل گلستان سخندانی مجمع العلوم مکرمنا و مخدومنا فاضل اجل عالم بے بدل جناب مولانا مولوی عبد العلی صاحب آسی رامپوری ثم الکھنوی دام مجدہم و عم فیضہم

کہاں ہیں ناظرِ اخبارِ جمعہ	کدھر ہیں سامعِ آثارِ جمعہ
ادھر آئیں قدالو گوشِ دل سے	سُنیں احوالِ استبشارِ جمعہ
چلو لُٹتی ہیں دُرہائے مسائل	کشادہ ہے درِ بازارِ جمعہ
یہ نورِ شمع ہے یا مشک مشموع	مطیب جس سے ہے گلزارِ جمعہ

معنبر؟

زہے گنجینۂ درہای فیضاں
خہے آئینۂ انوار جمعہ

جناب مولوی احمد علی سے
کھلا ہے روضۂ ازہار جمعہ

اور انکے فیض علمی سے ہمیشہ
ہے جاری چشمۂ اذکار جمعہ

کروں کس منہ سے میں تعریف انکی
ہیں بیشک کاشف اسرار جمعہ

قلم ہے موجۂ بحر تبحر
دہن ہے کان گوہر بار جمعہ

لکھا ایسا کہ قائل ہو گئے ہیں
سب اہل شبہہ و انکار جمعہ

ہویدا اسکے ہر اک مسئلے سے
ہے استمداد و استنصار جمعہ

جوابات اسمیں سب منفتی بہا ہیں
نہیں اب حاجت استفسار جمعہ

جو مشکل تھے مسائل کر دیئے حل
کہ جن سے کھل گئے استار جمعہ

بروز جمعہ ہے ظہر احتیاطاً
ہے جس سے ثابت استظہار جمعہ

سنی جائیگی اب خاصوں کی فریاد
کہ ہے عام اندنوں دربار جمعہ

سوادِ سرمہ ہے حرف سطر سے
منور دیدۂ دیدار جمعہ

ہر اک تیر اجابت کا ہدف ہے
دعا و ذکر و استغفار جمعہ

بصد تحقیق و تدقیق اسمیں لکھدی
دلیل آیت و اخبار جمعہ

بصارت ہو تو نقد جان و دل سے
لو اسکو اے اولی الابصار جمعہ

کہا ہاتف نے آسی سے سن اسکا
کہ تسبیح درِ شہوار جمعہ

۱۳۱۴ ھ

ولہ ایضاً

اس رسالے کی معانی و مبانی ہیں عجیب
ہے جو تحریر مدلل تو مبرہن تقریر

نور ہی نور ہے یہ نسخۂ نور الشمعہ
جمعہ کی جمع سے ہے ظہر میں ظاہر تنویر

کیوں نہ احمد علی اس بزم کے ہوں شمع فروز
وھو بین العلماء کالقمر البدر منیر

ظہر ثابت کیا اور رد کیا اُس کا انکار
اب منکر کی جگہ ہے نہ کوئی جائے نکیر

اکثر انکرت کے قائل جو تھے سلمت کہا
باقی بیٹھا کریں سب لستُ بقائل کی لکیر

بے دلیل اسمیں کوئی بات نہیں کیونکہ وہ خود
ہیں بڑے مفتی و علام و فقیہ و نحریر

عالم باعمل و صاحب تصنیف لطیف
ما لذی عملا العلم مثیلٌ و نظیر

ادب و منطق و حکمت ہیں سب اُن کو ازبر — اور بھی نوک زبان فقہ و حدیث و تفسیر
دین کی معرکہ آرائی میں وہ بند نہیں — مرد میدان ہیں قلم ہاتھ میں انکی شمشیر
آیت و فقہ و حدیث اُنکا ہی دین ادب سب — ہیں براہین و دلائل میں بھی اکمل سفیر
الغرض مصقلہ نور بیاں سے اُن کے — جمعہ کے آئینہ میں ظہر کی صورت تطہیر

لکھدیا طبع کا سال آسی مدراسی نے

جمعہ آئینہ انوار ہے عالم تصویر

۱۳ ھ ۱۳

غلطنامہ نور الشمعہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
لوح	٠	نور الشمعۃ	نور الشمعۃ	٩	١٢	صل	صلی
١	٣	ربہ	ربہ	״	١٣	خطبتہ	خطبتہ قصداً
حاشیہ	٢	اُس	اِس	١٠	١٩	عاملن	عاملین
١	١٦	عبد اللہیم	عبد الرحیم	١٢	١١	ابو عنیفہ	ابو حنیفہ
٣	״	فبھو	فتھو	١٣	١	ہوتا	ہونا
״	١٩	لحسن	الحسن	״	٣	ولبرا	دلبرا
״	٢٥	لحجہ	لحجۃ	״	١٦	سے	×
״	״	سے	کے	١٦	٣	سن	عن
״	״	اداء	املاء	١٧	١	اوسکو	اسکو
٥	٢	عبدرلزاق	عبدالرزاق	״	٥	ابن الہام	ابن الہمام
״	٧	لوذی	نووی	١٩	٧		״
٧	١٣	ردالمختار	ردالمحتار	٢١	حاشیہ	تلقید	تقلید
״	١٩	جمعۃ	جمعہ	٢٢	٤	کفا	کفار
٨	״	وری	وروی	٢٥	٧	سنتنا	سنتا
״	١٣	الاحتیاج	الاحتجاج	.	.	.	.

تمت